خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے ۔۔۔ خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے *

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں ۔۔۔ رسول اللہ کی سُنّت کا ہر سو نُور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو ۔۔۔ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں ۔۔۔ وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تُو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا ۔۔۔ انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں ۔۔۔ کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل ۔۔۔ عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو ۔۔۔ مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تُو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم ۔۔۔ ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تیری غفراں

* الحمد للہ! تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

2
اصلی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
یا اللہ مدد
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان نظام خلافت راشدہ کا داعی
ماہنامہ
حق چار یار رضی اللہ عنہم
لاہور
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ
جلد 32 شمارہ 11 - ربیع الاول ۱۴۴۱ھ، نومبر 2019ء
جاری کردہ
قائد اہل سنت وکیل صحابہ مظہر شریعت وطریقت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان
زیر نگرانی
جانشین قائد اہل سنت
حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
بدل اشتراک
اندرون ملک: فی پرچہ 35 روپے سالانہ چندہ 350 روپے
بیرون ملک: مشرق وسطی 85 ریال o امریکہ و یورپ o برطانیہ 20 پونڈ
مدیر مسئول
حافظ محمد مسعود صاحب
نائب مدیر
ماسٹر منظور حسین صاحب
قاضی ظاہر حسین جرار صاحب 0333-5783036
رابطہ
دفتر ماہنامہ حق چار یار متصل جامع مسجد میاں برکت علی
مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور
0322-4135093
0302-4166462
042-37427872
پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔
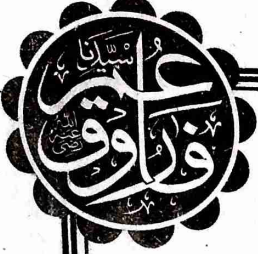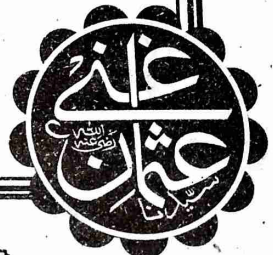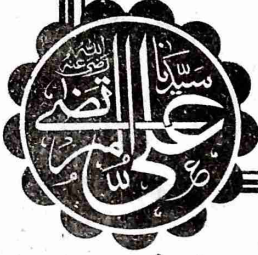
فہرست مضامین

منصبِ نبوت اور امام الانبیاء ﷺ

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

پروردگارِ عالم نے بنی آدم کی ہدایت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا انتخاب کیا (نبی کی تعریف) ھوانسانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ لِتبلیغِ الاحکامِ الشرعیۃِ مَعَهٗ کتابٌ متجدّدٌ اَمْ لَا۔ نبی انسان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے مبعوث کرتے ہیں۔ اس پر جدید کتاب کا نزول ہو یا نہیں۔

سیادت عامّہ اور امامتِ عظمیٰ

حضور رحمۃ العالمین ﷺ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الروحِ وَالْجَسَدِ''۔ روزِ محشر میں شفاعتِ کبریٰ کے لیے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضور ﷺ کی اسی سیادتِ عامہ اور امامتِ کبریٰ کے آثار میں سے ہے۔ چنانچہ ربّ العزت کا ارشاد فرمایا: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ۔ ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم۔ پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول۔ کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو۔ تو اُس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو آپ گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

سابقہ انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا عہد

کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ بندگی صرف ایک خدا کی سکھائی جاتی ہے۔ البتہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں۔ ان کا کہا مانیں اور ہر قسم کی مدد کریں۔ عام لوگوں کا تو

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان 0453-543444

کیا ذکر ہے حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے ''جو یقیناً پہلے انبیاء اوران کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا'' تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اوراس کی مدد کرے۔ اگراس کا زمانہ پائے تو بذاتِ خود بھی اور نہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح ہدایت وتاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت ونصرت کرنا کہ یہ وصیت کو جان ابھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس قاعدہ عام سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اوران کی مدذ کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء سدابقین سے لیا ہوگا۔ اورانہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول وقرار لیے ہوں گے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی۔ جو عالم الغیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا یعنی پیدا ہونے والا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا اور خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو کتاب اللہ ''قرآن مجید'' اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ کیونکہ آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ اوراجماعی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ **وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ** (سورۂ زخرف) یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیادت کی ایک نشانی ہیں۔ پس تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور میرا کہا مانو۔ اِنَّهٗ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجح ہے اور معنی یہ ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیادت کی ایک علاوت ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے کہ وہ قیادت کے قریب نازل ہوں گے اوران کا آنا قیامت کی علامات سے ہوگا۔

بلاتفریق تمام انبیاء کرام معصوم اور برحق ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا کاندھلویؒ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں: اہل حق کا یہ اجتماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خداوند ذوالجلال کی نافرمانی سے معصوم ہوتے ہیں صغیرہ اور کبرہ سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ قصداً وارادۃً ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی ممکن نہیں۔ اگر قصداً ان سے حکم الٰہی کی مخالفت ممکن ہوتی تو حق تعالیٰ جل شانہ مخلوق کو ان کی بے چون وچرا اطاعت اور متابعت کا حکم

نہ دیتا۔ اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت نہ قرار دیتا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا نہ قرار دیتا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ نساء) جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰهَ ط یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح) ترجمہ: تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اُوپر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اتباع نبوی اور اِقتداء مطلق کا حکم جو آیات قرآنیہ سے ثابت ہے وہ کسی خاص امر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عقائد سے لے کر اعمال تک کوئی عقیدہ اور کوئی خلق اور کوئی حال اور کوئی عمل کیوں نہ ہو سب میں اقتداء نبوی ضروری ہے جیسا کہ مقتضائے اطلاق یہی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذواتِ بابرکات۔ قدسی صفات اور مَلکی ہوتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی اصل فطرت وہی ہوتی ہے جو ملائکہ کی ہوتی ہے۔ فطرت کے اعتبار سے انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام ایک ہوتے ہیں۔ فرق صرف لباس، بشری کا ہوتا ہے اور عصمت ملائکہ کا خاصہ لازمہ ہے اور انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت آدم کا قصہ اس پر شاہد عدل ہے ابلس لعین اسی وجہ سے معلون و مردود ہوا کہ اس نے حضرت آدم کی فضیلت اور برتری کو تسلیم نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم ملائکہ معصومین سے افضل اور برتری ہیں اور ظاہر کہ غیر معصوم۔ معصوم سے افضل نہیں ہوسکتا۔

”آ گیا رحمتِ دوجہاں آ گیا“

مولانا عثمان احمد جونپوری

آ گیا رحمتِ دو جہاں آ گیا — آ گیا باعث کُن فکاں آ گیا
یہ جبیں آپؐ کے در پہ خم ہوگئی — جب نظر آپ کا آستاں آ گیا
اک نظر اک نظر اے شہِ بحر و بر — آپ کے در پہ اک نیم جاں آ گیا
ہر طرف غنچۂ وگل کی اک دھوم ہے — ہر قدم کون یہ گلفشاں آ گیا
مرحبا مرحبا کی صدا گونج اٹھی — بزم میں آپ کا نعت خواں آ گیا
نعت سننے فرشتے اتر آئے ہیں — جب کہ عثمان مدحت کناں آ گیا

فیوضاتِ مظہرؒ

عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ☆

خطابِ جمعہ: ۴؍مئی ۱۹۷۸ء	ضبط وترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشطٰن الرجیمo بسم اللہ الرحمن الرحیمo

خطابِ جمعہ: ۴؍اپریل ۱۹۷۶ء ضبط وترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشطٰن الرجیمo بسم اللہ الرحمن الرحیمo

وَالضُّحٰی o وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی o مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی o وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی o وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی o اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی o وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی o وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی o فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ o وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ o وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ o

ترجمہ: ’’قسم دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے۔ نہ رخصت کیا تجھ کو تیرے ربّ نے، نہ بے زار ہوا اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے۔ اور آگے دے گا تجھ کو تیرا ربّ پھر تو راضی ہوگا۔ بھلا نہ پایا تجھ کو یتیم، پھر جگہ دی۔ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی اور پایا تجھ کو مفلس پھر محفوظ کیا، سو جو یتیم ہو اس کو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اس کو نہ جھڑک اور جو احسان ہے تیرے ربّ کا سو بیان کر (پ۳۰ سورۃ الضحٰی)‘‘۔

O...... برادرانِ اہلسنت والجماعت! ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ آپ یتیم پیدا ہوئے۔ تنگدستی اور افلاس کی حالت بھی رہی اور ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ اللہ کی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، ایک بات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہر گھڑی پہلی سے بہتر

’’وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی‘‘ کہ آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی سے بہتر ہے، آخرت سے

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مراد یا تو آخرت کا جہان ہے، جو قیامت کے بعد جہان ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس جہانِ فانی میں تھے اس میں بھی حضور ﷺ کی شان سب سے برتر اور اعلیٰ تھی لیکن آخرت میں حضور ﷺ کی شان اس سے بھی بلند ہوگی اور دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ ہر پچھلی گھڑی، پہلی گھڑی سے آپ کے لیے بہتر ہے۔ یعنی اس دنیا میں بھی محبوبِ خدا ﷺ کی ہر لمحہ ترقی ہوتی تھی اور بعد میں آنے والی جو ساعت اور گھڑی ہے۔ اور وہ جو گھڑی اور وقت گزر چکا ہے اس سے بہتر ہوگی، ترقی ہوگی، تو دونوں مفہوم کا خلاصہ ایک ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس جہان کے اعتبار سے یا اُس جہان کے اعتبار سے، یہ نہیں کہ ایک مقام پر ٹھہر گئے ہیں اور ترقی رک گئی ہے بلکہ دن بدن رسولِ پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور اللہ کا قرب نصیب ہوا۔

اس جہانِ فانی سے جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو قیامت سے پہلے اور اِس جہان کی موت کے بعد جو زندگی ہے اس کو برزخ کی زندگی کہتے ہیں، برزخ کہتے ہیں پردے کو، یعنی درمیان میں اللہ کی قدرت کا حجاب اور پردہ ہے۔ قیامت کے اور اِس جہان کے درمیان جو انسان کی زندگی، موت کے بعد گزرتی ہے اس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں اور قبر کا جہان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں میت کو قبر میں دفن کرنے کا حکم ہے، اس کا قبر سے واسطہ ہے، روحوں کا اصل جہان جُدا ہے۔ البتہ اللہ کی قدرت سے عذاب وثواب کے لیے جہاں بھی انسان کے جسم کے ذرات ہیں اگر اللہ اس کو عذاب وثواب دیتا ہے تو پھر اس کی روح کا اس کے ساتھ اتنا تعلق جوڑتا ہے کہ روح کو بھی تکلیف و راحت ہوتی ہے اور جسم کے ذرات کو بھی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی خصوصیات

انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات ہوتی ہیں، جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتیں، ہوتے وہ انسان ہی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہی ہوتے ہیں لیکن ان کی انسانیت کا مقام و درجہ بہت بلند ہوتا ہے، لیکن اس انسان کی، جس کو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت عطا فرماتا ہے خصوصیات ہوتی ہیں انبیاءؑ کی پیدائش، انبیاء کی جوانی، انبیاء کی نیند، انبیاء کی موت یہ سب چیزیں ہیں لیکن یہ ساری چیزیں ایک خاص اثر اور خصوصیات رکھتی ہیں جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتیں۔ حضرت جبرائیل امین آسمان سے وحی لے کر تشریف لاتے، اصحاب بیٹھے ہوئے ہیں، اگر حضور گھر میں تشریف فرما ہیں تو آپ ﷺ کی

تمام بیویاں وہاں موجود ہیں جومنوں کی مائیں ہیں وحی نازل ہورہی ہوتی، اس کا اثر تو دیکھ رہے ہیں لیکن وہ آواز دوسرے نہیں سنتے، جو حضور ﷺ سن رہے ہیں۔ جبرائیل امینؑ سے دوسروں کو وہ تعلق نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کو ہے۔ اسی جہان میں ایک ہی جگہ حضور ﷺ بھی ہیں آپ کی بیویاں، آپ کی اولاد، گھر سے باہر اصحابؓ بھی پاس ہیں وہ اصحاب کہ جن کے درجے کو پیغمبروں کے بعد کوئی پہنچ نہیں سکتا، لیکن ان کو پتہ نہیں چلتا کہ جبرائیل امینؑ نے کیا کہا؟ کیا وحی نازل ہوئی؟ حضور ﷺ بعد میں بتاتے کہ جبرائیل امین آئے تھے یہ وحی نازل ہوئی، اللہ کا حکم آیا، تو فرق ہوا ناں زندگی میں؟ ہر آدمی کا فرق ہے علم میں، عمل میں، احساس میں، وجدان میں، لیکن جو اللہ کے پیغمبر ہیں ان کا دوسروں سے بہت زیادہ فرق ہے۔

○......امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین ﷺ جو تمام مخلوقات سے اعلیٰ ہیں تو حضور ﷺ کی زندگی بھی سب سے اعلیٰ ہے حضور کا ہر حال، سب سے اعلیٰ ہے، ہم بھی سوتے ہیں پیغمبر بھی سوتے ہیں لیکن حضور ﷺ نے فرمایا! کہ میں سوتا ہوں تو میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا "اِنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی" یہ ہمارا حال تو نہیں۔ نینداس کو بھی کہیں گے جو حضور ﷺ پر طاری ہوتی ہے لیکن دونوں کی کیفیت کا فرق ہے۔

○......اسی طرح موت کا فرق ہے، انبیاءؑ کی موت بھی موت ہے "کل نفس ذائقۃ الموت" ہر مخلوق کے لیے موت ہے، موت سے کوئی بچ نہیں سکتا، ایک اللہ کی ذات ہے، خالقِ کائنات، وحدہ لاشریک، "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" کہ ان کو موت تو کہاں، نیند بھی نہیں آتی، اور اونگھ بھی نہیں آتی، یہ اللہ کی خاص صفت ہے جو مخلوق سے جدا ہے، کوئی مخلوق اس کی شانِ الوہیت میں شریک نہیں۔ باقی سب کے لیے موت ہے۔ لیکن موت موت میں فرق ہے، جس طرح حیات، حیات مین فرق ہے، زندگیوں کی کیفیت میں فرق ہے اسی طرح موت کی کیفیت میں بھی فرق ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ حیات النبی ﷺ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ" کہ سارے نبی اور پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، یہ حیات و زندگی جو ہے یہ اس دنیا کی موت کے بعد کی ہے۔ موت تو آئی ہے، خواہ اس موت کی کیفیت کیسی ہو۔ لیکن اس دنیا سے موت کے بعد،

جب برزخ میں انبیائے کرام کے وجود جاتے ہیں یا قبر میں جاتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے اندر اللہ تعالیٰ پھر زندگی عطا فرماتا ہے اور وہ زندگی نہ تو مکمل اس جہان کی طرح ہے جس میں کھانے پینے کی حاجت ہے اور نہ ہی صرف روحانی ہے کہ جسم کے ساتھ زندگی کا، حیات کا کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ جسمانی زندگی بھی ہے اور برزخی زندگی بھی ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کی جو روضہ مقدسہ میں حیات ہے وہ رح کے تعلق سے جسم کے اندر حیات اور زندگی ہے لیکن چونکہ جہان اور ہے اور عالمِ برزخ ہے، اس کے اثرات اور اس کی کیفیات جدا ہیں۔ ہر جہان کے اثرات جدا ہیں لیکن وہ حیات جسمانی بھی ہے برزخی بھی ہے۔ روحانی بھی ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات ہے۔ یہ سمجھ لو، عقیدہ اہل سنت والجماعت کا اتنا ہی ہے۔

بعض لوگ آج کل اس کا انکار کرتے ہیں اپنی عقل سے سوچتے ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یومنون بالغیب۔ جو چیزیں عالمِ غیب میں ہیں، پردے میں ہیں وہ دیکھ کر نہیں مانی جاسکتیں کہ دیکھیں تو مانیں۔ وہ تو جس طرح حضور ﷺ نے بتا دیا۔ اُسی طرح ماننا ہے۔

○......اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے اگر کوئی مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ تو جہاں کہیں، کوئی مسلمان، درود شریف پڑھتا ہے تو خصوصیت سے فرشتے اس کو لے کر حضور ﷺ کے دربار میں مدینہ منورہ پہنچتے ہیں، درود شریف، ہے دعاء، لیکن اس دعا اور باقی دعاؤں کا فرق ہے، یہ خصوصی دعا ہے جس کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات سے ہے اور یہ بطور تحفہ اور ہدیہ گویا ملائکہ کے ذریعہ، دعا پہنچائی جاتی ہے جس کو درود شریف کہتے ہیں اور اگر کوئی خوش نصیب حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوجاتا ہے تو وہاں حضور ﷺ خود سنتے ہیں، وہاں درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا، دُور سے فرشتے پہنچاتے ہیں اور وہاں حضور ﷺ خود سنتے ہیں، یہ بھی حضور ﷺ اور انبیاء کی خصوصیت ہے۔

○......غیر انبیاء کے لیے علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ قبر پر سنتے ہیں یا نہیں، لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے کہ ''انبیاء کے سماع میں یعنی قبروں کے پاس سننے میں اختلاف نہیں۔'' باقیوں کے متعلق ماننے والے بھی ہیں علماء میں، اور نہ ماننے والے بھی، اور سب سے بہتر درمیانی حالت یہ ہے کہ اللہ پر چھوڑ دے کہ اللہ

ان کو سنائے تو سنا سکتا ہے، کوئی بزرگ اس جہان میں ہمارے سامنے ہو پھر بھی شرک کی اجازت نہیں، قبر میں ہوں پھر بھی شرک کی اجازت نہیں، کرنا ہم نے وہی ہے جو شریعت کے مطابق ہے جو چیز اللہ نے دینی ہے وہ ہر جگہ اللہ سے مانگنی ہے البتہ توسل فی الدعا کی اجازت ہے کہ بزرگوں کے طفیل مانگے، یہ اللہ کی رحمت کھینچنے کا درمیان میں ایک ذریعہ بن جائے گا۔ دینے والا اُن کو بھی اللہ ہے ہم کو بھی اللہ ہے۔ مصیبتیں، حاجتیں، ان کی بھی اللہ ہی دُور کرتا تھا، ہماری بھی، کوئی دعا کرے تو ہماری حاجت مصیبت دور ہو جائے۔ سوائے اللہ کے مصیبت اور حاجت دور کرنے والا کوئی نہیں، اسباب بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں، اسباب بھی اسی وقت اثر کرتے ہیں کہ جب اللہ کو منظور ہو۔ دوا تعویز کا اثر ہوتا ہے اس کی منظوری سے۔ اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا وہ صرف اللہ ہے۔ حیات انبیاءؑ کے عقیدہ کو بعض لوگ شرک کہہ دیتے ہیں، شرک کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، شرک کا مسئلہ جدا ہے اور موت وحیات کا مسئلہ جدا ہے۔ بہر حال یہ خصوصیت ہے۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت اہلسنت والجماعت کے نزدیک افضل المستحبات ہے، یعنی جتنی مستحب چیزیں ہیں ان میں سب سے افضل عمل نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت ہے خواہ یہاں سے ہی حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے جائے، صرف حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے تو جائز ہے۔ اکابر دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اس میں کوئی اشکال نہیں، باقی خلاف شرع حرکات جو ہیں وہ تو کسی جگہ بھی جائز نہیں اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے روضۂ مقدسہ پر تو اور زیادہ احتیاط کرنی پڑتی ہے، جتنا بڑا دربار ہو اتنی بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

○...... یہ عوام کی بے علمی اور جہالت ہوتی ہے کہ ولی اللہ کی قبر پر جائیں تو سمجھتے ہیں یہاں سب کچھ جائز ہے، بھئی! اللہ کے ولی یا اللہ کے پیارے وہ ہیں جنہوں نے شریعت کی حفاظت کی لیکن شیطان زیادہ خلافِ شرع بدعات اولیاء اللہ کی قبروں پر ہی کراتا ہے۔ ڈھول بج رہا ہے، باجے بج رہے ہیں، کنجریاں تک ناچ رہی ہیں اور قوم اتنی بے شعور ہے کہ یہ سمجھتی ہے کہ یہ سب کچھ جائز ہے ''تلك حدود الله فلا تعتدوها'' اللہ کی حدیں ہیں یہ شریعت کی حدیں ہیں۔ ہر چیز اپنی حد میں رکھو، جس نوعیت کی ہے جس درجے کی ہے جس حد کی ہے اُسی طرح رکھو تو ثواب ہے، اس

میں آگے پیچھے ہو جاؤ تو ثواب کی بجائے گناہ ہے۔ کیونکہ قانون کی حدیں ہم نہیں بنا سکتے، یہ اللہ نے بنا دی ہیں۔

مدینہ منورہ اور روضۂ اطہر کا تقدس

تو نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت یا سرکارِ مدینہ ﷺ کے شہر مدینہ کی زیارت، یہ محبت اور عشق کی منزلوں میں سے ہے۔ جتنی جتنی محبت ہوگی، جتنا جتنا حضور ﷺ سے تعلق ہوگا اتنا ہی وہ اس سفر میں یا حضور ﷺ کی زیارت میں فیض پائے گا اس کو ثواب ملے گا، اس کو روحانی نفع ملے گا، اللہ کے ہاں اس کے درجات بڑھ جائیں گے۔ اس لیے جتنے بزرگ وہاں جاتے ہیں اس تصور کے ماتحت جاتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا شہر ہے۔ یہ حضور ﷺ کا روضۂ اطہر ہے کہ جس کے برابر اور کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ ہمارے دیوبند کے اکابر میں سے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جو بہت بڑی جامع شخصیت ہوئے ہیں محدث بھی، فقیہ بھی، وقت کے قطب بھی اور ان سے بہت بڑا فیض پھیلا۔ آپ نے یہ کتاب لکھی ہے ''زبدۃ المناسک'' جس میں حج اور زیارتِ مدینہ کے آداب اور احکام ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''اب جان لے کہ زیارتِ روضۂ مطہرہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل المستحبات میں سے ہے، بلکہ بعض نے قریب واجب کے لکھا ہے اور فخرِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہوگئی، ''من زار قبری وجبت له شفاعتی'' حدیث کے الفاظ ہیں، شرائط تو ہوں گی ایمان ہو عقیدہ صحیح ہو، حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کر لے تو حضور ﷺ، اللہ کی طرف سے اس کی ضرور شفاعت فرمائیں گے اور فرمایا کہ جو کوئی میری زیارت کو آوے اور اس آنے میں اس کو محض زیارت ہی مقصود ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ اس کا میں قیامت کو شفیع بنوں۔ صرف اسی غرض سے جائے تو اس سے وہ جواز ثابت ہو گیا۔ اور فرمایا کہ جو کوئی بعد انتقال میرے کے، زیارت میری قبر کی کرے تو مثل اس کے ہے کہ جس نے حالِ حیات میں میری زیارت کی۔'' صحابی تو نہیں بن سکتے لیکن گویا کہ اس نے زندگی میں زیارت کر لی۔ ''پر جس شخص پر حج فرض ہو اول اس کو حج کر لینا بہتر ہے ورنہ اختیار ہے، چاہے حج پہلے کرے اور مدینہ منورہ پہلے ہو آئے۔ آگے حضرت گنگوہیؒ لکھتے ہیں ''غرض جب عزم مدینہ کا ہو تو بہتر یہ ہے

کہ نیت زیارتِ قبر اطہر کی کر کے جائے۔ تا مصداق اس حدیث کا ہو جائے۔ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہوگئی۔

○......اور جب مدینہ منورہ کو چلے تو کثرتِ درود شریف کی راہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں تو اور زیارہ کثرت کی کرے کہ اب تو شہر حضور ﷺ کا قریب آ گیا۔ اور جب عمارت نظر آوے تو درود پڑھ کر پڑھے۔ اللهم هذا حرم نبيك الخ یعنی جب مدینہ کے مکانات نظر آئیں تو پھر یہ دعا کرے کہ اے اللہ! یہ تیرے نبی پاک ﷺ کا حرم ہے۔ اب اس کو میرے لیے دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ بنا دے اور امان بنا دے میرے حساب اور عذاب سے۔ یہ دعا پڑھ لے اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو، اور کپڑے پاک صاف، اور نئے ہوں تو بہتر ہے اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیادہ ہولے۔ اگر کسی سواری پر سفر کر رہا ہے ہے تو حضور ﷺ کے شہر کی عمارتیں نظر آئیں تو اب ادب کا تقاضا اور محبت و عشق کا تقاضا یہ ہے کہ سواری سے اتر کر پیدل چلے۔ حجۃ الاسلام چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بانی دار العلوم دیوبند کے حالات میں ہے کہ آپ نے یہ سفر پیدل کیا اور پھر جوتے اتار دیئے۔ حالانکہ جوتے پہن کر چلے تو گناہ نہیں۔ لیکن یہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ یہ محبت اور عشق کی منزل ہے اس میں جتنا ہی آدمی ادب ملحوظ رکھے اتنا ہی اس کو ثواب ملے گا۔ تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ذوق نے جوتا پہننا گوارا نہ کیا، پاؤں زخمی بھی ہوئے، سب کچھ ہوا۔ اور جب نبی کریم ﷺ کا روضۂ مقدسہ گنبد خضریٰ نظر آیا یعنی حضور ﷺ کے روضے کا رنگ سبز ہے تو اس کے بعد ساری عمر سبز جوتا نہیں پہنا۔ قانون کے لحاظ سے گناہ نہیں ہوگا لیکن محبوب کے لحاظ سے خود پسند نہ کرے۔ پھر بھی لوگوں نے کیا کیا باتیں بنا لیں؟ اور محبت اصلی وہ ہے کہ حضور ﷺ کی سنت، شریعت کی پابندی کرے۔ محبت کا تقاضا محبوب کی اطاعت و پیروی ہے۔ آپ ﷺ کا حکم نہ مانے اور کہے کہ مجھے بڑی محبت ہے یہ محبت کی دلیل نہیں جتنا کوئی حضور ﷺ کی محبت میں فناہ ہوگا اتنا ہی وہ حضور ﷺ کی سنت میں فناہ ہوگا۔

تو اب اندازہ فرمائیں کہ جب حضور ﷺ کے شہر کا تصور زیارت کرنے والا کرتا ہوگا اور جب پھر حضور ﷺ کے شہر کی دیواروں اور مکانوں کو دیکھتا ہوگا تو کتنا محبت میں اضافہ ہوتا ہوگا؟ ہیں وہ

مکان لیکن وہ شہر کس کا ہے، وہ جگہ کس کی ہے؟ جہاں سرکارِ دوعالم ﷺ چلتے پھرتے رہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ مدینہ شریف کی گلیوں میں سوار ہو کر نہیں جاتے تھے، کہ یہاں مجھے حیا آتی ہے کہ جن گلیوں میں حضور ﷺ چلے ہیں وہاں میں سواری پر سوار ہو کر چلوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شان

جب بعد کے بزرگوں کا، بعد کے اماموں اور پیشواؤں کا عشق اور محبت میں یہ حال ہے تو اندازہ فرمائیں کہ جنہوں نے براہِ راست حضور ﷺ کا دیدار کیا، محمدیؐ جلوے دیکھے وہ ادب میں کس قدر کامل ہوں گے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اصل ادب تو اُن کا ہے ناں؟ اصل محبت اور عشق تو ان کا ہے ناں؟ جو دوسروں کو نصیب ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ شنیدہ مانند نہ دیدہ۔ ایک جلوہ آنکھوں سے دیکھنے کی کیفیت اور اس کا اثر ہے اور ایک یہ ہے کہ کتاب میں پڑھے یا سرکارِ دوعالم ﷺ کی خواب میں زیارت کرے تو اس کی کیفیت یقیناً اور ہوگی۔ اس لیے میں ہمیشہ ہر پہلو سے سمجھایا کرتا ہوں کہ دین کا کوئی ادب ہے، شریعت کا کوئی حکم ہے، کوئی نیک عمل ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ تصور کر لیا کرو کہ اس میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے ان کی پیروی کا بھی حکم ہے''ما انا علیہ واصحابی'' کیونکہ بحیثیت امت اُن کا نمونہ سب سے زیادہ کامل تر ہے۔ بحیثیتِ رسول ﷺ ہونے کے، حضور ﷺ کی سنت بنیاد ہے لیکن امت میں سے، سنت کی پیروی، سنت کی محبت میں رنگے ہوئے کون ہیں؟ وہ صحابہ کرام ہیں رضی اللہ عنہم۔ جن میں چار یارؓ اور چار خلفاء کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔

○ ......اگر زیارت کرنے والے اور جلوے دیکھنے والے بھی نعوذ باللہ جنتی نہیں بن سکے تو آج لوگ کیوں جاتے ہیں زیارت کے لیے، کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت ہوئی تو اللہ راضی ہوجائے گا؟ آج کیوں؟ یہ تو بے معنیٰ بات ہے اور یہ بھی نہیں کہ قربانی ہے جہاد ہے، گردنیں کٹائی ہیں بس صرف زیارت کر کے آنا ہے، تو لوگ جاتے ہیں جی کہ ہم اُس کی زیارت کر آئیں کہ مدینہ شریف سے اور بیت اللہ شریف سے حج کر کے واپس آیا ہے یہ بھی ایک نیکی ہے اس زمانے میں۔ گردن نہیں کٹائی نہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے گیا نہ یہ موقعہ پیش آیا، لیکن سفر مبارک، عمل مبارک حج اور زیارت ہے، تو کہتے ہیں کہ بھئی! بڑا خوش نصیب ہے، لیکن جن کو بلا حجاب محمدی جلوے نصیب ہوئے اور پھر یہ نہیں، ساری زندگی مشقت ہی مشقت، مجاہدہ ہی مجاہدہ، قربانی ہی قربانی، سوائے اللہ

اور اللہ کے رسول کے دین کے اور کسی کی فکر نہیں ہے، ملک کے ملک فتح کیے، اسلام کا نور پھیلایا، اُن کو اگر معاذ اللہ کچھ نہیں ملا تو آج ہم جائیں آپ جائیں، بزرگ جائیں تو کیا ملے گا؟

○......تو فرماتے ہیں اور پہلے سے پیادہ ہو جائے، جس طرح ہو سکے فروگذاشت نہ کرے اور عظمتِ مکان خیال کیے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے۔" یعنی یہ تصور اور خیال رکھے کہ یہ جگہ کتنی عظیم ہے کتنی برکتوں اور رحمتوں والی ہے، درود شریف وہی ہوگا نیکی عبادت وہی ہوگی لیکن مقام کی عظمت کے تصور کے پیشِ نظر اس کی نیکی کا اجر زیادہ ہے۔

○......جب مدینہ شریف میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے کہ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے رسول ﷺ کی زیارت مجھے نصیب فرما۔ پھر جب مسجد نبویؐ میں داخل ہو تو اول داہنا پاؤں داخل کرے پھر روضۂ مبارک کے مابین منبر شریف کی زمین ہے اور یہ قطعہ جنت کا ہے تحیۃ المسجد پڑھے، اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ کرے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت نصیب کی اور دعا کرے جو چاہے۔ پھر روضہ کے پاس حاضر ہو، جس کو جنت کا ٹکڑا فرمایا، یہ اس حدیث شریف میں ہے "مَابَیْنَ بَیْتِی وَ مِنبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃ" کہ میرا جو گھر ہے اور یہ جو میرا منبر ہے ان دونوں کے درمیان جو جگہ ہے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک ٹکڑا ہے، اس لیے اس کو رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃ کہتے ہیں اور صرف یہ اہلسنت کی حدیث نہیں ہے، شیعہ مذہب کی جو سب سے بنیادی کتاب ہے، فروعِ کافی میں بھی بالکل یہی الفاظ ہیں "مَابَیْنَ بَیْتِی وَ مِنبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃ" اور حضور ﷺ کی حیات میں جو گھر تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا، اب وہی روضہ مقدسہ ہے، اسی بناء پر اس کو روضہ کہتے ہیں۔

○......حضور ﷺ کی قبر شریف جو ہے "رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃ" اور یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کی ہے، علامہ علی قاری محدث رحمہ اللہ نے جو اس کی شرح لکھی ہے "مرقات" اس میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ یعنی اس کی کوئی اور شرح یا مطلب نہیں۔ یہ ہے ہی جنت کا ٹکڑا، جو جنت سے لا کر یہاں زمین پر رکھا گیا۔ یہ نہیں کہ مثل جنت کے ہے یا ثواب میں، یہ نہیں۔ یہ جنت کا ٹکڑا ہے جو اس زمین پر رکھ دیا گیا، جس طرح حجرِ اسود جنت کا پتھر ہے لیکن اس زمین میں، خانے کعبے کی دیوار میں ہے، لیکن وہ اس دنیا کا پتھر نہیں، وہ جنت کا پتھر

ہے۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ جس کو حضور ﷺ کا ''روضۃ'' من ریاض الجنۃ فرمایا کہ یہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ تو وہ ٹکڑا حقیقتاً ہے جنت کا، جو اس زمین میں رکھ دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی قبر مبارک کا درجہ

اسی لیے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کا درجہ تمام جگہوں سے بہتر ہے۔ ایک اس لحاظ سے کہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے اور دوسرا اس خصوصیت سے کہ سرکارِ مدینہ ﷺ خود آرام فرما ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ کی تجلیات اور رحمتیں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے وجود مبارک پر نازل ہو رہی ہیں۔ عرش کو تختِ الٰہی کہا جاتا ہے۔ وہ ایک تعبیر ہے کہ اللہ کی قدرت کے وہاں بڑے جلوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہاں، تجلیات ہیں، فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش وہ ہے کہ جس نے سات زمینوں اور سات آسمانوں کا گھیرا کیا ہوا ہے لیکن عرش بے جان مخلوق ہے دوسری جگہوں سے وہاں اللہ کے جلوے زیادہ ہیں، اس کی عظمت ہے، خصوصیت ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کے وجود مبارک پر تو وہ تجلیات ہیں جو نہ عرش کو نصیب ہیں نہ کسی اور مقام کو نصیب ہیں، نہ کسی شخصیت کو نصیب ہیں نہ ملائکہ کو نصیب ہیں نہ اور انبیاء کو نصیب ہیں تو حضور ﷺ جہاں آرام فرما ہیں اپنی قبر مبارک میں وہاں پر اللہ کی تجلیات ہر دم نازل ہو رہی ہیں جو اور کسی وجود پر، کسی جگہ پر نہیں۔ یہ تو ماننا پڑے گا۔ اس لیے وہ زمین کا ٹکڑا، وہ خاکِ پاک قبر شریف کی، جو سرکارِ دو عالم ﷺ کے جسم مبارک سے لگ رہی ہے۔ ان تجلیات کی وجہ سے اس خاک کا اور اس خاص ٹکڑے کا درجہ عرش سے بھی اعلیٰ ہے، کرسی سے بھی اعلیٰ ہے، بلکہ خانے کعبے کی زمین سے بھی اعلیٰ ہے اور یہ حضور ﷺ کے وجودِ پاک کی وجہ سے ہے۔

○......حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے شبہ کا جواب دیا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ جب عرش اللہ کا تخت ہے ''الرحمٰن علی العرش الستواء'' تو حضور ﷺ تو اللہ کے برابر نہیں ہیں اس لیے حضور ﷺ کی قبر و روضہ عرش سے بڑھ کر کیسے ہے؟ تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ عرش کا تختِ الٰہی ہونا اس معنیٰ میں تو نہیں ہے ناں کہ اللہ تعالیٰ جسم سمیت وہاں ہے؟ وہ تو جسم سے پاک ہے۔ اگر یہ ہوتا تو پھر تو اس جگہ کا درجہ سب سے بڑا ہوتا، وہ تو تجلیات کے نزول کی وجہ سے اس کو عرشِ الٰہی کہا جاتا ہے اور تجلیات کا سب سے زیادہ نزول نبی

کریم ﷺ کی ذاتِ پاک پر ہے۔

اس پہلو سے یہ علماء اہلسنت میں بحث آئی ہے کہ بحیثیت شہر کے مکہ شریف افضل ہے یا مدینہ شریف؟ تو کسی نے کوئی قول کیا کسی نے کوئی۔ محققین نے یہ فرمایا کہ اگر صرف شہر کا اعتبار کیا جائے تو مکہ شریف، مدینہ شریف سے افضل ہے لیکن ایک ٹکڑا جو مدینہ منورہ میں ہے سرکارِ دوعالم ﷺ کی قبر مبارک کا۔ جہاں حضور ﷺ آرام فرما ہیں، آپ کے جسم مبارک سے جو خاک مل رہی ہے وہ مستثنیٰ ہے، وہ خانے کعبے سے بھی افضل ہے۔ میں نے لکھا ہوا ہے مجھے یاد ہے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ نے دیوبند، درسِ حدیث میں یہ فرمایا اور میں نے سب سے پہلے یہ فضیلت حضور ﷺ کے روضہ مبارک کی حضرت رحمہ اللہ کی زبان سے خود سنی حضرت نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کا وہ خاص ٹکڑا جو ہے وہ تمام مقامات، عرش سے، بیت اللہ سے افضل ہے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا بلند مقام ومرتبہ

تو اندازہ فرمائیں! کہ جب حضور ﷺ کی قبر اور خاک کو یہ شرف اور فضیلت نصیب ہے، حالانکہ وہ خاک ہے، زمین کا ٹکڑا ہے۔ تو پھر صدیقؓ اور فاروقؓ کا کتنا بلند مقام ہوگا جن کو رحمۃ للعالمین کا صرف قرب ہی نہیں، خاص معیت، قیامت تک کے لیے حاصل ہے؟ یہ بھی تو حضور ﷺ ہی کی وجہ سے ہے۔ امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی اپنی جگہ بڑی فضیلت ہے۔ امام حسینؓ کا بڑا درجہ ہے، اہلسنت والجماعت کے عقیدے میں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، شیرِ خدا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا مخصوص مقام اور بلند درجہ ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق اہلسنت کا، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، لیکن باوجود ان کے اپنے اپنے فضائل کے، صدیقؓ و فاروقؓ کا جو درجہ ہے۔ وہ حضور ﷺ کے اصحاب میں اور کسی کا نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے روضہ مقدسہ کی وہ خاک جو حضور ﷺ کے وجود مبارک سے لگی ہوئی ہے اس کا درجہ سب سے بڑا ہے تو صدیقؓ و فاروقؓ تو انسان ہیں، مومن ہیں، صحابی ہیں اور ایسے صحابی یعنی ایسی سنگت اور صحبت و نصیب ہوئی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) اصحاب میں سے اور کسی کو نہیں ہوئی۔ اور جس طرح درجات ان کے آپس میں ہیں اسی طرح صحبت کا بھی درجہ ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی شانِ فضیلت

دیکھو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو یارِ غار بھی ہیں اور یارِ مزار بھی ہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دس سال پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کے ساتھی بنے۔ یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہِ مقدسہ کی صحبت وسنگت دس سال بعد نصیب ہوئی۔ تو یہ دس سال میں جو تجلیات صدیق اکبرؓ نے حاصل کیں ان سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ محروم رہے۔ درجہ ہے تو دس سال کے بعد آئے، لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سوا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہَ مقدسہ میں اور کسی کو وہ جگہ نصیب نہیں ہوئی؟ اس لیے تمام صحابہؓ سے، ہر پہلو سے، یہ دو صحابہ افضل اور برتر ہیں۔

○......سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں، جہاں کوئی ولی اللہ، کوئی اللہ کا پیارا، جس جگہ، جس کا جسم مدفون ہے وہاں اس کی شان کے مطابق، اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں ہیں وہاں بھی اللہ کی رحمتیں ہیں جو ہم گن نہیں سکتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نجف اشرف میں ہیں وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ اللہ کی رحمتیں ہیں جو گن نہیں سکتے۔ لیکن وہ مدینہ منورہ میں بھی نہیں ہیں بلکہ ان کے مزار دوسرے ملکوں میں ہیں خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی، پیاری بیٹی، چار صاحبزادیوں میں سے سب سے زیادہ پیاری، شان والی ہیں۔ بڑا درجہ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہَ مقدسہ کے اندر ان کی قبر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جو مومنوں کی مائیں ہیں اور جنہوں نے زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص خلوت میں گذاری ہے۔ ان کی قبریں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے اندر نہیں ہیں۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں بڑا درجہ ہے لیکن ان کی قبر بھی جنت البقیع میں ہے۔ جتنے اصحاب ہیں، سب جنتی ہیں، جنتی بیویاں پاک، سب جنتی ہیں، نواسے جنتی ہیں جنتیوں کے سردار ہیں لیکن موت کے بعد ان کو مقام، اپنا اپنا ملا، وہاں خاص اللہ کی رحمتیں ہیں لیکن صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ جو ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے باہر نہیں، وہ ایک ہی روضہ ہے، وہ ایک ہی مقبرہ ہے وہ ایک ہی جزو [illegible]ے ہیں۔

اندازہ فرمائیں! اب یہ اللہ نے اُنکو شان دی ہے تو مسلمان کیوں انکار کرے اور اللہ نے ،اپنے علم کی بناء پر ان دو خلیفوں کو منوانا تھا کہ اندھا بھی جب یہ معلوم کر لے کہ جو جگہ عرش کرسی، خانے کعبے سے بھی بہتر ہے وہاں صرف یہ دو یار ساتھ ہیں، تو وہ اپنا عقیدہ اور ایمان صاف کر لے کہ واقعی اللہ کی طرف سے یہ شرف اور فضیلت جو ہے، اُنہی کو نصیب ہوئی ہے۔ اور اللہ نے یہ سب سے منوانا تھا۔ نعوذ باللہ آج جن کے ایمان کا انکار ہو رہا ہے۔ اللہ نے ان کو تو وہ جگہ دی ہے کہ کسی کے انکار سے وہ جگہ اُن سے چھینی نہیں جاسکتی۔ ان کا رتبہ کم نہیں ہوسکتا۔ وہ تو اب اس روئے زمین پر ہیں لیکن اب بھی جنت کے ٹکڑے میں ہیں، جو قیامت کو جنت میں ہی شامل کر لیا جائے گا۔ تو کتنا بڑا مقام ہے؟ اہلسنت! ہوش کرو، سمجھو۔ اپنے عقیدے ایمان کو تازہ کرو۔ اور اپنے ایمان کی اور ملتِ اسلامیہ کے ایمان کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دیں اور نبی کریم ﷺ کی خالص محبت اور کامل پیروی کی توفیق عطا فرمائے، اور صحابہؓ و ازواجؓ اور حضور ﷺ کے خلفاء و اہلبیتؓ سب کی محبت اور پیروی نصیب فرمائے۔ آمین

نعت پاک

قاری محمد راشد حمیدی مدرسہ حسینیہ قاسم العلوم دھامپور، بجنور

قدم قدم پہ کدورت تھی آدمی کے لیے　　کہ ایسے وقت میں آپ آئے رہبری کے لیے

تھا گمرہی کے اندھیروں کا چار سو سایہ　　خدا نے آپ کو بھیجا تھا روشنی کے لیے

مرے نبی کے یہ اخلاق کا کرشمہ تھا　　بڑھائے ہاتھ عدو نے بھی دوستی کے لیے

رسول پاک کی رحمت کا حال کیا کہیے　　کرم تھا عام زمانے پر ہر کسی کے لیے

سفر حضر میں بھی رہتی سب کی دلداری　　ہوا ملول نہ کوئی بھی ایک گھڑی کے لیے

بروز حشر خدا کے حضور میں آقا　　دعاء نجات کی مانگیں گے امتی کے لیے

درِ رسولؐ پر راشد جو ایک مدت سے
بس انتظار میں رہتا ہے حاضری کے لیے

چراغِ ہدایت

ارشادات وکمالات

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نصیحت ووصیت آمیز کلمے از ضیاء القلوب مع بعض تغیرات

طالب حق کو چاہیے کہ پہلے فرقہ ناجیہ (اہل سنت والجماعت) کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کی تصحیح کرے اور اس کے بعد مسائل ضروریہ کو سیکھے اور کتاب وسنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتباع کرے اس کے بعد نفس کو رذیل اخلاق و عادات سے پاک اور صاف کرے چنانچہ ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

خواہی کہ شود دل تو چوں آئین ۔ دہ چیز بروں کن از دروں سینہ
حرص و اہل و غضب دروغ و غیبت ۔ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

اس کے بعد تجلیہ میں (جو کہ اخلاق واوصاف حمیدہ سے عبارت ہے اور وہ منازلِ سلوک بھی ہیں) کوشش بلیغ کرے۔ دوسری رباعی میں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم ۔ نہ چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ۔ تفویض و توکل و رضاو تسلیم

فائدہ: سالک کو یہ بھی چاہیے کہ شریعت کے احکام پر مستحکم رہے اور ممنوعات سے بچتا رہے اور تقویٰ اور پرہیز گاری کو اپنا شعار بنالے۔ اور ہر حال میں سنت کے اعمال کو آنکھوں کے سامنے رکھے۔ اور منہیات اور مشتبہ چیزوں سے احتراز کرتا رہے اور اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو جلد توبہ کرے اور اچھے عملوں اور استغفار سے اس کا تدارک کرے۔ دوسرے وقت پر اس کو نہ ٹالے۔ نماز پنجگانہ جماعت اولیٰ کے ساتھ مسجد میں پڑھا کرے۔ فرائض اور سنتوں اور نفلوں کے ادا کرنے کے بعد اپنے اوقات کو اشغال باطنیہ میں صرف کرتا رہے اور نوافل اور وظائف کی زیادتی کے پیچھے نہ پڑے۔ بلکہ باطنی مشغولیت کو اپنا دائمی فرض جانتا رہے اور کبھی غافل نہ ہو۔

ہر نفس بہرت مسیحائیست چست ۔ گرنداری پاس او از جہل تست
اینچنیں انفاس خوش ضائع مکن ۔ غفلت اندر شہر جاں شائع مکن

اور جب اس میں لذت حاصل ہو تو اللہ کا شکر بجائے اور تھوڑے کو بہت جانے اور ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرے۔ اور کشف و کرامات سے لذت نہ اٹھائے بلکہ بیزار رہے اور حالت بسط و انشراح خاطر میں شکر کرتا رہے اور حدود شرعیہ کا پابند رہے اور جب قبض و دل تنگی پیش آئے تو مایوس نہ ہو اور کام کرتا رہے اور تمام عبادتوں میں اپنے آپ پر تہمت رکھتا ہوا اُن کے ادا میں اپنے کو کوتاہی دست اور قصور وار سمجھے اور باطن کے احوال کو جاہلوں سے ظاہر نہ کرے اور تصوف کی باتوں کو برملا نہ کہے اور نہ ناواقف اور غیر محرم سے کہے اور راز دار یعنی محرم سے بھی تنہائی میں کہے اور اوقات کا پابند رہے اور تلون طبع سے دور رہے اور دنیا اور مافیہا کو ہر طرح دل سے ترک کرنے والا رہے ورنہ ہزار برس کے اذکار و اشغال بھی کام نہ آئیں گے۔ دل آئینہ ہے اس کو غیر اللہ کی چمک سے محفوظ رکھے اور طلب جاہ و مرتبہ سے جو کہ گمراہی ہے پناہ چاہتا رہے اور وقت کو غنیمت سمجھے اور غفلت سے برباد نہ کرے کیونکہ جو وقت فوت ہو جاتا ہے اُس کی قضا نہیں ہو سکتی۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں　　بقول حسن کوئی پاتا نہیں
ہر اک لمحہ بہتر جواہر سے ہے　　برابر نہیں اس کے ہے کوئی شے

سلوک کے راستہ میں مردانہ قدم رکھے اور دنیوی امور کی خوشی اور غم کو ایک طرف اور بالائے طاق رکھ دے کیونکہ یہ حجاب ہے اور ناجنس مخالف شریعت اور منکر فقراء اور بدعتیوں سے بھاگتا رہے۔

نخست موعظ پیر کہن ہمیں سخن است　　کہ از مصاحب ناجنس احتراز کند

اور ایسے خلاف شرع درویشوں سے جو کہ سنت رسول ﷺ پر نہ ہوں دُور رہے اگرچہ ان سے کرامتیں اور خوارق عادات ظاہر ہوتے ہوں اور آسمان پر اڑتے ہوں اور آدمیوں سے بقدر ضرورت اختلاط کرے اور ہر ایک اچھے اور بُرے سے کشادہ پیشانی سے پیش آیا کرے اور لوگوں سے عجز و انکساری سے معاملہ کرے اور نیستی اور پستی کو اپنا شعار اور لازمی طریقہ کر لے اور کسی پر اعتراض نہ کرے لوگوں سے نرمی اور ملائمت سے بولے اور چُپ اور تنہا رہنے کو دوست رکھے اور دل جمعی کے ساتھ اپنے کام میں سرگرم رہے۔ تشویش کو دل میں جگہ نہ دے اور جو باتیں پیش آئیں حق تعالیٰ کی طرف سے جانے اور ہمیشہ دل کا پاسبان اور محافظ رہے تا کہ غیر کا خطرہ نہ آئے اور دینی

امور میں لوگوں کو نفع پہنچانا اپنے اوپر لازم جانے اور ہر کام میں اول خالص نیت کرے اس کے بعد عمل کرے اور کھانے اور پینے میں حد اعتدال سے نہ بڑھے نہ اس قدر بڑھائے کہ سستی لائے اور نہ اس قدر گھٹائے کہ ضعف کی وجہ سے عبادت سے رہ جائے۔ اسی طرح ہر بات میں افراط اور تفریط سے پرہیز کرتا رہے اور اگر نفس کو لقمۂ چرب دے تو اس سے ویسا ہی کام بھی لے اور بہتر یہ ہے کہ محنت و مزدوری کر کے کھائے اور اگر توکل کرے تو وہ بھی مناسب اور زیبا ہے بشرطیکہ کسی سے لالچ نہ رکھے اور دل کو غیر اللہ کے تعلق سے پاک رکھے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے امید اور ڈر نہ رکھے اور ماسوا سے اُنس نہ پکڑے۔ اور حق تعالیٰ کی طلب میں بے آرام اور بے قرار اور مضطر رہے اور جہاں بھی رہے خدا کے ساتھ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ شکر کرتا رہے اور فقر و فاقہ اور تنگدستی اور معیشت کی کمی سے تنگدل نہ ہو بلکہ اپنی عزت اور فخر اس میں جانے اور شکر بجا لاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو انبیاء اور اولیاء کا منصب عنایت فرمایا ہے اور اپنے متعلقین سے نرمی اور تلطف اور مہربانی کا معمال رکھے اُن کی نافرمانیوں سے درگذر کرتا اور اُن کے عذروں کو قبول کرتا رہے اور آدمیوں کی غیبت سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کے عیبوں کو چھپائے اور اپنے عیبوں کو آنکھ کے سامنے رکھا کرے۔ اور تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر جانتا رہے اور کسی سے بحث اور جدال نہ کرے اگرچہ خود حق پر ہو اور مہمان نوازی اور مسافر پروری کو اپنا پیشہ کر لے اور غریبوں اور مسکینوں کی صحبت میں راغب رہے۔ علماء اور صلحاء کی خدمت گذاری میں اپنی عزت اور حُرمت جانے اور جو کچھ میسر ہو اسی میں صرف کرے تاکہ نقصان نہ اُٹھائے۔ اور دل کا تعلق کسی چیز سے نہ رکھے اور چیزوں کے وجود اور عدم کو برابر سمجھتا رہے اور فقیروں کے لباس کو پسند کرتا رہے اور جس قدر بھی طعام اور لباس بآسانی حاصل ہو اس پر قناعت کرے۔ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا (ایثار کرنا) اپنا پیشہ کر لے اور بھوک اور پیاس کو جو کہ طعام اللہ ہے محبوب رکھے اور کم ہنسا کرے اور بہت رویا کرے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی بے پروائی اور بے نیازی سے ڈرتا اور کانپتا رہے اور موت کو جو کہ ماسوا کو جڑ سے اُکھاڑنے والی ہے ہر وقت آنکھ کے سامنے رکھے اور دوزخ سے جو کہ محبوب حقیقی سے فراق اور جدائی کی جگہ ہے پناہ چاہا کرے اور بہشت کو جو کہ اس کے وصال کی جگہ ہے طلب کرتا رہا اور اپنے اوپر محاسبہ کرنے کو لازم کر لے (دن کا محاسبہ مغرب کے بعد اور رات کا محاسبہ صبح کے بعد

کرے) اور محاسبہ اس کو کہتے ہیں کہ حساب کرے کہ رات اور دن میں مجھ سے کتنی نیکیاں اور کتنی بدیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ نیکی پر شکر کرے اور بدی پر توبہ اور استغفار کرے اور سچ بولنے اور حلال کھانے کو اپنا طریقہ بنالے اور کھیل کود اور ہنسی ٹھٹھے کی مجلسوں اور غیر مشروع مجمعوں میں حاضر نہ ہو اور جہالت کی رسموں سے پرہیز کرتا رہے اور دوستی اور دشمنی اور خوشی اور غصہ سب خدا کے لیے کرے اور کوتاہ دست اور کوتاہ طمع رہے یعنی نہ کسی کو ستائے اور نہ بہت زیادہ لوگوں سے لالچ رکھے۔ اور شرمگیں کم بولنے والا رہا کرے۔ نیز کم رنج رکھنے والا اور لوگوں کی اصلاح چاہنے والا، بہت اطاعت کرنے والا، نیکوکار، نیک رفتار، باوقار رہا کرے۔ یہ ہیں علامتیں اُن لوگوں کی جو اچھی عادتوں والے اور پسندیدہ اوصاف والے ہیں۔ نیز جس کو یہ اصاف حاصل ہو جائیں اُس کو مغرور بھی نہ ہونا چاہیے اور نہ اپنے متعلق گمان نیک رکھنا چاہیے۔

نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے اور فراغت دلی کے اوقات ان کے مزاروں پر بیٹھ کر اُن کی روحانیت کی طرف توجہ کرے اور اُس کی حقیقت اپنے مرشد کی صورت میں تصور کرے اور فیض یاب ہوا کرے اور برکت حاصل کرے اور کبھی کبھی عام اہل اسلام کے مزاروں پر جا کر موت کو یاد کرے اور فاتحہ پڑھ کر اُن کو ثواب پہنچائے اور ادب اور حکم مرشد کو بجائے، ادب اور حکم خدا تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ جانا کرے کیونکہ یہ ان کا نائب ہے۔"

اپنے مشائخ طریقت کے لیے ہمیشہ دعا کیا کرے کہ وہ اس کے لیے فیضان الٰہی کے میزاب (پرنالے) اور اُس کی بارگاہ میں وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

اخیر میں میں اپنے جملہ دوستوں اور بھائیوں سے ملتجی ہوں کہ مجھ ناکارہ ننگ خاندان بدنام کنندہ اسلاف کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

فیض آبادی ثم المدنی ثم الدیوبندی الحنفی

خاکروب خانقاہ رشیدیہ، امدادیہ قدوسیہ

مدرس دارالعلوم دیوبند

ابطالِ باطل　　قسط: 71

ماہ نامہ ''افکارِ العارف لاہور'' کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

علامہ خالد محمود اور محمد حسین ڈھکو!

(متانت و دیانت اور علم و اخلاق کا علمبردار کون؟

آپ نے گذشتہ سطور میں ملاحظہ فرما لیا ہے کہ ہمارے مخاطب موصوف نے اپنے مقالہ ''آفت کے پرکالہ'' میں سلطان العلماء حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا محمد حسین صاحب ڈھکو ''ماندامت کرتوتہم الکالیہ'' کے مابین بزعم خویش تقابل کرتے ہوئے ڈھکو صاحب کو نہایت متین و سنجیدہ اور حضرت علامہ موصوف کو بحکم قرآنی ولا تنابزوا بالالقاب کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا ہے، موصوف مقالہ نگار نے درج ذیل بڑے اعتراضات اٹھائے ہیں، جن پر تبصرہ زیرِ نظر سطور میں پیش کر کے ہم اہل انصاف سے فیصلے کے متمنی ہیں کہ ان میں سے کون علم و دانش کی لو بڑھا رہے ہیں اور کون چراغ تحقیق بہ کف ہو کر دلاور دُزدے کا کردار ادا کر رہا ہے؟ مولانا محمد حسین ڈھکو صاحب کے متعلق پہلے بھی متعدد بار صراحت کے ساتھ یہ بات گذر چکی ہے کہ اولاً ۱۹۲۵ء کے زمانہ میں ابوالفضل حضرت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر رحمہ اللہ نے ''آفتاب ہدایت'' کے نام سے کتاب لکھ کر شائع کروائی تھی۔ جس نے کم و بیش ایک صدی سے خطہ برصغیر کے علمی حلقوں کو اپنا گرویدہ کر رکھا ہے۔ اس کے پچاس سال بعد ۱۹۷۴ء کے زمانہ میں انجمن حیدری چکوال کی باسی کڑھی میں اُبال آیا اور انہوں نے آفتاب ہدایت کا جواب لکھوانے کی ٹھانی اور اس کے لیے جناب ڈھکو صاحب کے نام قرعہ فال نکلا، مولانا دبیر رحمہ اللہ کا آفتاب لبِ بام تو تھا نہیں کہ اس کے غروب کا انتظار کر کے اپنے مٹی کے دیا میں رفض و بدعت کی

روشنی کا انتظام ممکن ہوتا، یہ تو آفتاب نصف النہار تھا جس کی کرنوں نے جناب ڈھکو صاحب کی آنکھیں پتھرا کر رکھ دیں۔ چنانچہ اُن سے ''آفتاب ہدایت'' کا جواب تو کیا بننا تھا، اُلٹا انہوں نے علماءِ شیعہ کی تفحیک و تنفیر کا سامان پیدا کر دیا، ادھر ہمارے مخاطب موصوف ہیں کہ انہیں عزت و ذلت سے کچھ لینا دینا نہیں۔ نہ ان کا علمی مزاج ہے اور نہ دلیل و برہان سے ڈھنگ کی بات لکھنے کا قرینہ ہے۔ اب جب اچانک ان کی نوک قلم پہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی جواب الجواب میں آنے والی دو مجلدات پر مشتمل کتاب ''تجلیات آفتاب'' کا نام آ گیا تو انہوں نے ایک لطیفہ نما سا تقابل پیش کر دیا کہ:

① علامہ خالد محمود صاحب نے ڈھکو صاحب کی مکمل عبارات پیش نہیں کیں، ادھوری عبارات دے کر اپنا تفصیلی جواب پیش کر دیا ہے جب کہ اس کے برعکس مولانا محمد حسین صاحب ڈھکو نے حضرت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ کی مکمل عبارات درج کر کے پھر اپنا ردّ پیش کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اب کا نہیں، صدیوں سے ریت چلی آ رہی ہے کہ ہر مذہب کا نمائندہ اپنے حریف کو اسی بات کا طعنہ دیتا ہے کہ ہماری بات مکمل پیش نہیں کی گئی اور اپنی بات بلا کم و کاست پیش کر دی گئی ہے۔ تقابلی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے ہماری متذکرہ بات کی تائید کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ ہر مصنف و محقق اپنی گفتگو میں حریف کی مقصودی بات کا اندراج کر کے اپنا تفصیلی جواب پیش کرتا ہے اور یہی اسلوب ڈھکو صاحب کا بھی ''تجلیاتِ صداقت'' میں نظر آتا ہے، یہ کہنا کہ انہوں نے ''آفتاب ہدایت'' کے جوں کے توں صفحات و اوراق اور ابحاث کو مکمل نقل کیا ہے اور نقل حوالہ جات کے التزام میں اپنے حریف کی کوئی سطر، کوئی بحث اور کوئی دلیل نظر انداز نہیں کی، خالص رافضیانہ تلبیس ہے۔ مثال مشہور ہے کہ جوہڑ کا پانی پہلے ہی گندہ تھا، گدھے نے پیشاب کر کے مزید نجس کر دیا، بعینہٖ جھوٹ تو پہلے ہی عمل قبیح تھا رافضی کے منہ سے نکل کر مزید اچاٹن ہو گیا۔ بلکہ بنظرِ انصاف اگر کوئی غیر جانبداری کے ساتھ ملاحظہ کرے تو وہ یقیناً یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوگا کہ مقصودی بات کہنے کا جو سلیقہ اور طریقۂ تلخیص علامہ خالد محمود صاحب نے مدنظر رکھا ہے، اسے پڑھ کر حریف کی اصل کتاب نہ پڑھنے والا بھی اس کے موقف و دلیل کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ہمارا اپنے مخاطب موصوف سے سوال ہے کہ ہمارے ساتھ جو آپ کا کم و بیش چھ سال سے

تحریری مباحثہ جاری ہے، اس میں کیا آپ ہماری مکمل عبارات درج کر کے اپنا جواب دیتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ کھلی بددیانتی اور کتر و بیونت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ آپ کو علامہ خالد محمود، مولانا محمد نافعؒ، مولانا عبدالستار تونسویؒ اور امام اہل سنت علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کی تحقیقات سے تو یہ شکوہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات اہل تشیع کی پوری عبارات درج نہیں کرتے، مگر مولانا حامد حسین لکھنوی، مولانا دلدار علی، مولانا مرزا احمد علی امرتسری، اور مولانا قاضی نوراللہ شوستری سے لے کر اوپر علامہ ابن مُطہر حلی اور شیوخ طوسی، کلینی، طبرسی، قمی، تک کی جوابی کتابوں میں دجل و تکذیب اور خیانت و تلبیس کے مناظر نظر کیوں نہیں آتے؟ چھلنی بہتر سو چھیدوں کے ساتھ اگر چھاج کو ملامت کرے تو اس کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ اس لیے ہم اہل علم سے درخواست کرتے ہیں کہ آفتاب ہدایت، تجلیات صداقت اور ''تجلیاتِ آفتاب'' یہ تینوں کتابیں مطبوعہ مارکیٹ میں موجود ہیں۔ تینوں کا مطالعہ کرنے سے اصل صورت حال کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم پر عائد کیا جانے والا مذکورہ اعتراض کس قدر بے ہودہ اور بے وزن ہے۔

② معترض علامہ صاحب پر دوسرا اعتراض یہ عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے ڈھکو صاحب کا نام بگاڑنے کی جسارت کی ہے۔ یہ روش سنجیدہ اور اہل علم حضرات کو زیبا نہیں ہے۔ جو دلائل و براہین سے تہی دست ہو، وہی ایسی حرکاتِ قبیحہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اہل باطل کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے۔''

(افکارِ العارف صفحہ نمبر ۴۷، فروری ۲۰۱۵ء)

جن حضرات نے ڈھکو صاحب کی زیر بحث کتاب ''تجلیاتِ صداقت'' کا مطالعہ کیا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ اہل سنت ہوں یا دیگر! وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ڈھکو صاحب سے جب کسی دلیل کا جواب دلیل سے نہیں ہو پاتا تو وہ مولانا محمد کرم الدین دبیر کی ذات کا تمسخر اڑانا شروع کر دیتے ہیں اور جہاں تمسخر و تضحیک سے بھی ان کو من کی تسکین نہیں ملتی تو پھر آخر کار وہی کام کرتے ہیں جو علماء شیعہ صدیوں سے کرتے چلے آرہے ہیں، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواجِ مطہرات پر تبرا بازی! سو ڈھکو صاحب کی یہ کتاب زیادہ تر انہی جذبات خبیثہ سے اٹی پڑی ہے۔ اس لیے ہم مذکورہ کتاب میں سے چند اقتباس محض اس نقطہ نظر سے پیش قارئین کرتے ہیں کہ ہمارے مخاطب موصوف کے اس دعوے کو پرکھنے میں آسانی ہوسکے جس کی بنیاد پہ وہ انصاف و مروت کے تمام تر تقاضوں کو نظر انداز کر کے ڈھکو صاحب کی سنجیدگی کے گیت گا رہے ہیں۔

ڈھکو صاحب کی شانِ علم و تحقیق

حضرت مولانا محمد کرم الدین رحمہ اللہ دبیر نے علماء شیعہ کی وضع کردہ وہ مشہور روایت درج کی ہے جو متعہ کے ضمن میں ہے، یعنی العیاذ باللہ ترتیب وار ایک سے چار مرتبہ متعہ کرنے والا حسب مرتبہ حضرات اہل بیتؓ کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا، اب اس کا ''الزامی جواب'' کی سرخی دے کر جو ڈھکو صاحب نے جواب لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

''موصوف نے متعہ کرنے پر ثواب ملنے کے متعلق وارد شدہ روایات پر بڑی لے دے کی ہے۔ اس کے متعلق پہلا حلّی جواب یہ ہے کہ خداوندی عالم سورۂ نساء میں فرماتے ہیں من یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء (۱) و حسن اولئك رفیقاً الخ''

اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والا جنت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کرسکتا ہے، تو پھر وہ متعہ جسے خدا اور رسول ﷺ نے حلال و جائز قرار دیا تھا اور بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے ممنوع قرار دے دیا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے اور جنت میں سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی رفاقت نصیب ہوجائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟ حدیث میں یہ تو نہیں ہے کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسنؑ و حسینؑ بن جاتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ رفاقت تب ہی ہوسکتی ہے کہ درجہ ایک ہو۔ جو قرآن سے ثابت ہے اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لیے حکماء اسلام یعنی آئمہ دین نے یہ ثواب بیان کر کے ترغیب دلائی ہے خود کتب اہل سنت میں بظاہر معمولی معمولی عملوں پر ثواب بے حساب مذکور ہیں۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق و شہید بن جاتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ برہنہ جلد نمبر ۱، ص ۲۹۸ طبع

---

(۱) ڈھکو صاحب نے آیت لکھتے ہوئے ''والصالحین'' کا کلمہ درج نہیں فرمایا، یہ مصنف کی لغزش ہے یا کاتب کی؟ ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ ہم نے تو نقلِ حوالہ کے التزام میں اسے جوں کا توں نقل کر دیا، تاہم اتنی بات طے شدہ ہے کہ شیعہ علماء کو جوازِ متعہ پر دلائل دیتے ہوئے اکثر ہم نے مخمور دیکھا ہے۔ جیسا کہ ڈھکو صاحب کے پیش کردہ مذکورہ حوالہ میں آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ سلفی

نولکشور میں ہے کہ اگر کوئی صبح و شام اعوذ باللہ کے بعد سورہ حشر کی آخری آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب مرتا ہے تو شہید مرتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے، خواہ چوری کرے اور خواہ زنا کرے، لیجیے چھٹی ہوگئی...... گویا شہادت ''ہر مال دو پیسے'' ہوگئی۔ اگر یہ سب درست ہے اور ان کی مناسب تاویل ہوسکتی ہے تو ہمارے کرم فرماؤں کو صرف روایات متعہ ہی میں کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (تجلیاتِ صداقت، صفحہ نمبر ۲۹۸، ۲۹۹، طبع اول، ناشر انجمن حیدر چکوال، ۱۹۷۳ء)

قارئین کرام! اس بحث اور ڈھکو صاحب کے جواب کو پڑھ کر ان کی علمی اور شیعی قابلیت کا جائزہ خود لے لیں اور اگر مزید اس قسم کی ''علمی سنجیدگی'' اور وفورِ تحقیق سے مُستفید ہونا چاہیں تو متذکرہ کتاب کو بالاستعیاب پڑھ لیجیے اور علماء شیعہ کے استدلالات و استنباط کا نظارہ کیجیے۔ ہم یہاں ڈھکو صاحب کے بچہ جمورا یعنی اپنے مخاطب موصوف سے سوال کرتے ہیں کہ بقول شما متعہ فی نفسہ تو شریعت میں جائز تھا مگر بعض حکامِ وقت (یعنی سیدنا حضرت عمرؓ فاروق) نے اسے ممنوع قرار دے کر مداخلت فی الدین کا ارتکاب کیا تھا تو اس وقت سیدنا حضرت علیؓ، حضراتِ حسنین کریمینؓ، اور خاندان اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے لاتعداد نفوس قدسیہ کہاں تھے کہ جنہوں نے دین میں مداخلت کرنے والوں کو للکار کر علَم متعہ لہرایا ہو؟ اس کے جواب میں سوائے دیوارِ تقیہ پر گریہ کرنے کے آلِ یہود کر بھی کیا سکتے ہیں؟ نیز ڈھکو صاحب کا یہ الزامی جواب بھی علماء شیعہ کی متانت و تہذیب کا نہایت قیمتی شاہکار ہے کہ قیامت کے دن اہل متعہ حضرات حسنینؓ کی رفاقت میں تو ہوں گے مگر ان کے ہم مرتبہ نہیں، استغفر اللہ العظیم۔ پھر ڈھکو صاحب کا یہ فضول قیاس بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتب میں کلمۂ شریف پڑھنے پر اس قدر ثواب کی بشارتیں آئی ہیں تو اہل تشیع میں اگر عمل متعہ پر یہ نوید آ گئی تو کون سا پہاڑ ٹوٹ گیا! کہیے؟ کیسی رہی دلیل! اب اس قسم کی گری پڑی گفتگو کو اگر لفظ ''ڈھکو'' کی مناسبت سے حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم نے ''ڈھ گو'' سے تعبیر کر دیا تو آپ کو ''لاتنابزو بالالقاب'' یاد آ گیا، جب کہ اس امت کے بہترین اِور ایمان و عمل کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز، شرعی عظمتوں کے حامل اور جنتی جماعت حضرات صحابہ کرامؓ کی توہین و گستاخی جس قدر روافض کے ہاں ہوتی ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کیونکہ اب تو اس عمل بد کا اس قدر شدید رجحان ان کے

ہاں پایا جاتا ہے کہ جس طرح نجاست اور بدبُو باہم لازم وملزوم ہیں، ایسے ہی علماء روافض اور توہین صحابہؓ واہل بیت لازم وملزوم ہیں۔ ڈھکو صاحب ہی کی عبارات پڑھ لیجیے، جو خیر سے ہمارے مخاطب موصوف کے پیر مُغاں ہیں اور وہ ان کا تقابل علامہ خالد محمود سے کرنے جارہے ہیں کہ علم وادب اور شائستگی تحریر وشگفتگی تقریر جن کے لہو میں رچ بس چکی ہے۔ ڈھکو صاحب کی متانت کا نمونہ ملاحظہ ہو، ''تجلیات صداقت'' میں لکھتے ہیں۔

① ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا، اے کاش کہ یہ لوگ ملکی فتوحات حاصل نہ کرتے انہی لوگوں اور انہی کی ان مزعومہ فتوحات نے اسلام کو اغیار کی نظروں میں بدنام کیا۔ (ص ۹۵)

② جناب امیر خلافتِ ثلاثہ کو غاصبانہ وجائرانہ اور خلفاء ثلاثہ کو گناہگار، کذاب، غدار، خیانت کار، ظالم وغاصب، اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔

③ کتب سُنیہ سے ثابت ہے کہ جناب عمر ایسے ڈرپوک اور کمزور تھے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تھے۔

④ ثلاثہ کی کرم نوازی سے امت مرحومہ اس (قرآن) کے دیدار سے آج تک محروم ہے اور نہ معلوم کب تک محروم رہے گی (صفحہ نمبر ۲۰۹)

⑤ باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہیں، ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے؟ مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا، ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور (صفحہ نمبر ۴۷۸)

⑥ پہلے مناظرین اہل سنت میں کچھ شرم وحیاء ہوتی تھی اور وہ استدلال میں اس طرح دھاندلی کو روا نہیں رکھتے تھے کہ اہل علم وفضل میں ان کی رسوائی ہوگی مگر دینی لحاظ سے چونکہ زمانہ رو بہ تنزل ہے، اس لیے جب مولوی کرم الدین صاحب تک نوبت پہنچی تو شرم وحیا کے معنی بدل چکے تھے یا پھر انہوں نے حیاء کا لبادہ اس طرح اتار پھینک دیا ہے جس طرح بالکل بوسیدہ کپڑا اتار کر پھینک دیا جاتا ہے۔ (صفحہ نمبر ۵۱۱)

⑦ باقی رہا یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھبراہٹ نہ تھی، گھبراہٹ تو ابوبکر کو تھی، تو اس کے متعلق اتنا عرض ہے کہ ابوبکر کی گھبراہٹ کی خدا کو کیا پرواہ؟ (صفحہ نمبر ۱۲۶)

⑧ آیت (غار) نے تو ابوبکر کا نام مومنین کی فہرست سے خارج کر دیا (ص ۱۲۷)

⑨ آنحضرت ﷺ خچر اور گدھے پر تو بالعموم سوار ہوا کرتے تھے اور وہ آپ کا بوجھ برداشت بھی کرتے تھے۔ تو کبھی آنحضرت ﷺ نے شیخ صاحب (حضرت ابوبکر صدیق) سے انہی راہواروں کا کام لیا ہو تو اس سے زیادہ سے زیادہ اس پیر سال بزرگ کو وہی شرف حاصل ہوگا جو کئی بار گھوڑے اور گدھے حاصل کر چکے تھے (صفحہ نمبر ۱۲۹)

⑩ بعض مورخین کے بیان سے واضح وعیاں ہوتا ہے کہ جناب عثمان اسلام کو حقیقی دین سمجھ کر اسلام نہیں لاتے تھے بلکہ بعض مسلمان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے جذبہ کے پیش نظر کلمہ پڑھا تھا الخ (ص ۳۷)

مؤخر الذکر حوالہ میں ہم ڈھکو صاحب کو بدبخت کہنے میں بھی تامل نہیں کریں گے، کیونکہ اس مکمل عبارت میں انہوں نے نام لے کر بنت نبی علیہ السلام حضرت سیدہ رقیہؓ کی جناب میں نہایت غلیظ سوچ پر مبنی الفاظ درج کیے ہیں، مگر ہماری غیرت دینی نقل حوالہ کے طور پر بھی اُن الفاظ کو درج کرنے کا یارا نہیں رکھتی، یہ وہ عبارات ہیں جن کے لفظ لفظ سے نفرت و بغض اور صریح کفر و نفاق کی بُو آ رہی ہے مگر ہمارے مخاطب موصوف کہتے ہیں کہ ڈھکو صاحب کی اس قدر سنجیدہ و علمی کتاب کا رد لکھتے ہوئے علامہ خالد محمود نے تند و تیز لہجہ استعمال کیا ہے اور یہ کہ جن کے پاس دلائل نہیں ہوتے وہ ایسی ہی زبان استعمال کرتے ہیں، کیا یہی وہ براہین ہیں کہ جن پر آپ کو ناز ہے؟ جن کے نوک قلم اور زبان سے اس قدر پاکباز ہستیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں اگر وہ بعد کے طبقاتِ امت پر گند اچھالیں تو کیا تعجب؟ پھر حیرت بالائے حیرت یہ کہ موصوف بڑی نخوت سے لکھتے ہیں:

> ”حق کے خلاف ان معرکوں میں جناب عبدالجبار سلفی صاحب نے بھی اپنے راہوار قلم کو ایڑ دی ہوئی ہے۔ فریب خوردگی یا چالاکی سے سلفی صاحب یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اور ان کا گروہ ہی حق پر ہے اور باقی سب مسلمان سراسر ناحق پر ہیں“ (ماہنامہ افکارِ العارف، لاہور صفحہ نمبر ۴۷، فروری ۲۰۱۵ء)

جی ہاں! راقم الحروف اپنے موقف پر قائم ہے کہ صرف اور صرف مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہی برحق ہے، باقی سب بُہتان آزری! اور بالخصوص مذہب امامیہ گالیوں، نفرتوں، عداوتوں اور غیر انسانی و غیر اخلاقی خرابیوں کا منبع و مصدر ہے اور کائنات انسانی میں وہ انسان بڑا ہی خوش بخت ہے جو ان کے دام فریب سے بچ کر اپنا ایمان سلامت رکھے ہوئے ہے۔ (جاری ہے)

[کنزِ مدفون] ترتیب واملاء وحواشی : مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت

بنام

بنام ماسٹر منظور حسین صاحب

تعارف:

ماسٹر منظور حسین صاحب ساہیوال ضلع سرگودھا کے رہنے والے ہیں ۱۹۵۲ء میں ولادت ہوئی۔ گورنمنٹ پرائمری سکول میں ملازمت کرنے کے بعد ۲۰۰۱ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر ۲۳ /۱۹۷ء میں بیعت ہوئے اوراب تک عقیدت ومحبت اورخدمت کے جذبات سے سرشار ہیں۔ قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے آپ کو ۲۰۰۳ء دفتر، ماہ نامہ حق چار یار کی خدمت پر مامور فرمایا، جسے تاحال حُسن وخوبی کے ساتھ سنبھالتے چلے آرہے ہیں۔ قائد اہل سنت کے ساتھ معمول کی خط وکتابت میں ان کے نام محفوظ شدہ خطوط اب ''مکاتیب اہل سنت'' کی زینت بننے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(۲۴۷) بخدمت محترم ماسٹر منظور حسین سلمہ صاحب سلمہ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ کاشف حالات ہوا۔ طالب خیر بخیر ہے۔ ماشاء اللہ سنی تبلیغ کی کامیابی مبارک باد۔ خصوصاً محترم حکیم صاحب (۱) کی خدمت میں سلام مسنون عرض کردیں کہ ان کی خاموش مخلصانہ محنت سے اللہ تعالیٰ نے دو اہل تشیع کو ہدایت عطا فرمادی ہے اور تیسرا بھی کچھ کمزور پڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت عطا فرمائیں۔ ہدایت تو حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ہمارے اختیار میں جو ہے وہ ہم کرتے رہیں یعنی تبلیغ وتعلیم۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت قبول فرمائیں۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

۱) حکیم قاضی مظفر حسین مرحوم مراد ہیں جو پہلے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے مرید تھے پھر حضرت درخواستیؒ کی وفات کے بعد حضرت قائد اہل سنتؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے تھے۔

(۲) حضرت قاری صاحب (۱) کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی تصانیف میں سے کوشش کریں کہ مذکورہ مسئلہ مل جائے یعنی مشاجرات صحابہؓ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق وصواب پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء ہوگئی تھی۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی بحث بتوفیق تعالیٰ مکمل کر لی ہے۔ اب فسق یزید پر لکھ رہا ہوں۔ چونکہ کتاب ضخیم ہوگئی ہے۔ اس لیے یہ بحث مختصر کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضاء کے مطابق لکھنے کی توفیق فرمائیں اور قبول فرمائیں اور ہم سب کو فتنوں سے محفوظ رکھیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر مقام و ہر مرحلہ پر کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام

خادم اہل سنت والجماعت مظہر حسین غفرلہ، مدنی جامع مسجد چکوال

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

---

(۲۴۸) برادرم ماسٹر منظور حسین صاحب سلمہ ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عنایت نامہ ملا۔ طالب خیر بخیر ہے۔ جلسہ پر ان شاء اللہ تعالیٰ جمعہ پر ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ فرمائیں کہ تقریر قبل از جمعہ ہوگی یا بعد؟

محمد حسین خان صاحب سے ملاقات ہو تو سلام کہہ دیں ان دنوں فرصت نہیں۔ ساہیوال میں ہی ملاقات ہو جائے گی پھر وہ جہلم سنی درس خلافتِ راشدہ میں شریک ہو سکتے ہیں ۵ اور ۶ جون دو دن میں نے وہاں درس دینا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایف ۱۶ کا واقعہ پہلے بھی معلوم ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعداء سے ملک و ملت کو محفوظ رکھیں۔ حکومت غافل نہیں۔ صرف اہل سنت والجماعت کی کمزوری رکاوٹ ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو مذہب اہل السنت والجماعت کی اتباع، خدمت اور نصرت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

خادم اہل سنت والجماعت مظہر حسین غفرلہ، مدنی جامع مسجد چکوال

۱۸ رجب ۱۴۰۳ء

---

۱) حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ

۲) خارجی فتنہ پر مکمل تبصرہ ہماری آمدہ کتاب ''سوانح قائد اہل سنت'' میں ملاحظہ کیا جا سکے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۴۹) برادرم محترم ماسٹر صاحب سلمہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عنایت نامہ ملا۔ طالب خیر بخیر ہے۔ جمعہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ صبح ہی یہاں سے روانگی ہوگی۔ اور جمعہ کے بعد پھر واپسی ہو جائے گی۔ واللہ الموفق

② آپ رمضان المبارک میں تشریف لا سکتے ہیں اور بچی کو رمضان المبارک کے بعد ہی داخل کرائیں۔ تجربہ یہ ہے کہ سخت گرمی اور سخت سردی میں نئی بچیاں گھبرا جاتی ہیں۔ یہاں پانی کی زیادہ تنگی ہے۔

③ ایک رسالہ "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" لکھا ہے۔ اس میں خمینی عقائد پر بحث کی گئی ہے اور شیعوں کے دوسرے عقائد کا بھی ذکر ہے۔ کتابت کے لیے دے دیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب، جناب حکیم صاحب اور دوسرے احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اہل السنت والجماعت کو ہر مقام پر کامیابی نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین ﷺ

والسلام

خادم اہل سنت والجماعت مظہر حسین غفرلہ، مدنی جامع مسجد چکوال

۸ر شعبان ۱۴۰۳ھ

---

(۲۵۰) برادرم محترم ماسٹر صاحب سلمہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

حالات معلوم ہوئے جزاکم اللہ تعالیٰ۔ اللھم زدفزد۔ تسبیحات کے علاوہ حسب حال اسم ذات میں ایک ہزار کا اضافہ کر دیں۔ یہ روحِ ذکر ہے قلب کی نورانیت کے لیے بہت مؤثر ہے۔ مزید اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔

② حسبنا اللہ ونعم الوکیل پر مداومت رکھیں خواہ متفرق اوقات میں تعداد پوری کر لیں اس کے بڑے فوائد ہیں حضرات اصحاب احد رضی اللہ عنہم کا وظیفہ ہے۔ اس میں بندہ اپنے آپ کو ہر امر میں حق تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے جو بندہ اللہ کا بن جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔

③ اعمال قرآنی سے حسبِ ضرورت استفادہ کر سکتے ہیں۔ واللہ الشافی۔

④ صبح چار بجے گھر جا سکتے ہیں بندہ کی طرف سے یک صد والدہ محترمہ کے لیے ہدیہ

قبول کرلیں۔

⑤ حضرت مفتی صاحب دام مجدھم کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ ڈومیلی کے مجوزہ مناظرے سے اطلاع دے دیں۔ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ جناب حکیم صاحب اور دیگر احباب و اہل خانہ سے سلام کہہ دیں بندہ کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو ذکر دوام، اتباع سنت اور استقامت نصیب فرمائے۔ اور سنی مسلمانوں کو ہر جگہ غلبہ و کامرانی نصیب ہو۔ فتنوں سے حفاظت حاصل ہو۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین ﷺ۔

والسلام

خادم اہل سنت والجماعت مظہر حسین غفرلہ

۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

---

(۲۵۱) برادرم محترم ماسٹر منظور حسین صاحب سلمہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عنایت نامہ ملا۔ طالب خیر بخیر ہے۔ حکیم مظفر علی صاحب کے لیے مرگی کے تعویذات ارسال ہیں بند تعویذ مریض کے گلے میں باندھنا ہے اور کھلے تعویذوں میں سے روانہ ایک تعویذ باوضو گھول کر اس کو پلا دیں۔ واللہ الشافی۔

② حضرت قاری صاحب زید فیضھم کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ ان کی رائے درست ہے پہلے تو ارادہ تھا کہ کتاب ''خارجی فتنہ'' حصہ اوّل کی تقریظیں حصہ دوم میں آجائیں گی لیکن ''بینات کراچی'' میں تبصرہ مفصل ہے جس کے لیے علیحدہ ٹریکٹ شائع کرنا پڑے گا۔ ''لولاک'' کا بھی آجائے گا۔ حضرت قاری صاحب بھی اپنا تبصرہ بھیج دیں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی زید فیضھم سے بھی تبصرہ لکھنے کے متعلق عرض کریں گے۔ جلد ثانی کے تحریر شدہ مسودہ کی ابھی تک نظر ثانی کی ہے۔ حق تعالیٰ اسؒ کی تکمیل کی بھی توفیق و قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

③ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ وغیرہ کے مطالعہ کے لیے اجازت

کی ضرورت نہیں ہے۔ بندہ کو طویل اسارتِ جیل میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات و مواعظ سے استفادہ کی توفیق ملی ہے۔ اصلاح کے لیے بہت مؤثر ہیں۔ زیارت تو ایک دفعہ ہی نصیب ہوئی ہے جب کہ دارالعلوم دیوبند سے ہم تین چار طلبہ زیارت کے لیے بروز جمعہ تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے اور نماز جمعہ کے بعد حضرت کے ارشادات سنے تھے۔ آپؒ نے قلندر اور ملامتی کی تعریف فرمائی تھی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہما دونوں بڑی شخصیتیں ہیں۔ مسلک و مقصد ان حضرات کا ایک ہی ہے۔ تقسیم و عدم تقسیم ہندوستان کے بارے میں جو سیاسی اختلاف حالات کے تحت ہوگیا تھا وہ اجتہادی نوعیت کا ہے۔ جانبین میں سے بعض متوسلین افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ جس کو بندہ پسند نہیں کرتا۔ بفضلہٖ تعالیٰ بندہ اس سے محفوظ ہے حق تعالیٰ تمام اکابر کی درجہ بدرجہ محبت و عقیدت نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

④ یاد نہیں آپ نے اپنے بچے کے متعلق پہلے خط میں کیا لکھا تھا؟ تعویذات ارسال ہیں دو چھوٹے تعویذ ملا کر گلے میں باندھیں اور بڑے تعویذات پلاتے رہیں ایک تعویذ باوضو ۸ پیالی پانی میں گھول کر صبح و شام ایک ایک پیالی چار دن پلانا ہے۔ واللہ الشافی۔

حضرات و احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو مذہب اہل سنت والجماعت کی اتباع، خدمت و نصرت کی توفیق دیں اور اہل سنت والجماعت کو ہر مقام پر کامیابی نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: مرگی کے تعویز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والے ہیں۔

والسلام

خادم اہل سنت والجماعت مظہر حسین غفرلہ

مدنی جامع مسجد چکوال

۶ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

نجوم ہدایت

قسط ①

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت

حضرت علامہ ڈاکٹر جسٹس (ر) خالد محمود صاحب مدظلہم

امابعد! کسے پتہ تھا کہ تاریخ میں ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ مخزن عظمت مرکز خلافت یار غار مصطفیٰ سیدنا وسید الکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت محتاج بیان ہوگی اور یہ واضح کرنا ہوگا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ماسوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے کل نوع انسانی سے ارفع واعلیٰ اور افضل واکمل ہیں اس لیے عیاں راچہ بیان چڑھتے ہوئے سورج کی نشان دہی اشاروں کی محتاج نہیں ہوتی ہاں چشم بینا موجود نہ ہوتو یہ امر دیگر ہے۔

زعشق ناتمام جمال یار مستغنی ست

مآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبا

دس ہزار قدوسیوں کے پلڑے میں تلنے والی یہ عظیم شخصیت جس کی بارگاہ امامت اور درگاہِ سیادت پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حیدر کرارؓ جیسے مقدس اور عظیم بزرگ صف بستہ نظر آتے ہیں اور جس کی وسعت علمی اور قوت عملی سب اپنی اپنی جگہ مثالی شان سے سرفراز ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ سب سے پہلے ہمیں ایک میعار درکار ہے جس پر کسی بزرگ کی شانِ فضیلت منطبق کی جاسکے اور ایک ایسے مینار کی ضرورت ہے جس کی روشنی میں ہم کسی بزرگ کی زندگی کے مختلف مقامات دیکھ سکیں اس لیے آیئے اس روشنی کے لیے پہلے قرآن کے حضور میں پیش ہوتے ہیں اور کتاب اللہ سے اس معیارِ افضلیت کا پتہ لیتے ہیں جو ہمیں اس وقت مطلوب ہے قال اللہ تعالیٰ۔

① یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (پ ۲۸ سورۃ مجادلہ)

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرتے ہیں جو تم میں سے ایمان لائے اور ان لوگوں کے جو شان علم سے سرفراز ہوئے۔"

④ لَا يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ۲۴)

"علم رکھنے والے اور نہ رکھنے والے کبھی برابر نہیں ہوتے۔"

ان آیاتِ شریفہ سے پتہ چلتا ہے کہ فضیلت اور بزرگی کا معیار ربّ العزت کے ہاں ایمان اور شان علم ہے۔

③ لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْم بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا (پ ۲۷، حدید)

"برابر نہیں تم میں سے وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد میں شامل ہوئے ان کا درجہ ان سے زیادہ ہے۔ جو اس کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے اور جہاد میں شریک رہے۔"

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ وہ مالی اور جانی قربانیاں بھی معیار فضیلت ہیں جو فتح مکہ سے پہلے کی گئیں انفاق فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کی مجموعی حیثیت میں جو لوگ سبقت لے گئے وہ ان لوگوں سے بہرحال آگے ہیں جو اس اجتماعی وصف (مثلاً قتال یا انفاق) میں برابر رہے معیارِ فضیلت وہ بزرگی ہے جو ان دونوں عملوں کے اجتماع سے حاصل ہو قرآن پاک کی رُو سے یہ ثابت ہوگیا کہ عمل بھی ایک معیار فضیلت ہے جس میں مالی اور جانی دونوں قربانیاں درکار ہیں۔

ان اسباب کے علاوہ اگر کوئی اور معیار فضیلت ہے تو وہ اللہ رب العزت کا اپنا فضل ہے جس کے بھی شامل رہے۔

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (پ۲۲، احزاب)

"اور آپ خوشخبری سُنا دیں ان ایمان والوں کو ان کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔"

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اصل بزرگی اور فضیلت محض اقتدار و حکومت رنگ و وطن یا نسل و نسب کے امتیازات پر مبنی نہیں بلکہ قرآنی نظریہ فضیلت ایمان علم صحیح اور عمل صالح اور فضلِ خداوندی کے امتیازی اوصاف پر مبنی ہیں جتنا کسی کو ان ابواب میں تفوق حاصل ہوگا اتنی ہی اس کی افضلیت اور برتری از خود ثابت ہوگی۔

اب آیئے اور واقعات کا ایسی چشم بصیرت سے مشاہدہ کیجیے جس نے تعصب اور تحزب کی قوت سے جلاء نہ پائی ہو۔ یہ درحقیقت نور نہیں بلکہ ایک ظلمت ہے دیکھنا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب

اپنی رسالت کی دعوت دی تو سب سے پہلے کس بزرگ ہستی نے اس سے لبیک کہا اور سب سے پہلے اسلام سے کون سرفراز ہوا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ:

ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق۔ (بخاری، ج ۱ص ۵۱۷)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب مبعوث فرمایا ہے تم نے مجھے جھٹلایا مگر ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی۔"

اس ارشادِ نبوت ﷺ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اوّل الاسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی سمجھا تھا۔ اگرچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب قریب ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ایمان لائے تھے لیکن وہ تو گھر کے اپنے ہی افراد تھے نیز عورتوں اور بچوں کی بات اس قدرت ممتاز نہیں ہوتی، مخالفتوں کے پورے طوفان اور ذمہ داریوں کے سارے بوجھ کے ساتھ جس نے بھی سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اس کے لیے حضور کا مذکورہ بالا ارشاد خود منہ بولتی شہادت ہے۔

شھد مع النبی المشاھد کلھا ولم یفا...... فی جاھلیۃ ولا اسلامۃ وھو اوّل الرجال اسلاما۔ (مرقات ج ۵، ص ۵۲۸)

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات ﷺ کے ہمراہ تمام جنگوں میں شامل رہے آنحضرتؐ سے نہ جاہلیت مین اور نہ ہی اسلام میں کبھی جدا ہوئے اور آپ سب سے پہلے مرد ہیں جو اسلام لائے۔"

یہ تو اسلام کی اولیت اور قبولیتِ اسلام میں قربانی کا بیان تھا اب ایمان کی شان صداقت، قوت یقین اور کمال معرفت پر بھی غور کیجئے۔

اعمال کے اپنے ظواہر بھی ہیں ایمان ایک فعل قلب ہے (کما فی روایت احمد) جس کی تصدیق صاحب حال یا صاحب وحی کی تصدیق کے بغیر علیٰ سبیل القطع ویقین کیسے ممکن ہے؟ امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ کئی دفعہ اپنے اعمال کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی بھی شہادت دی حالانکہ یہ دونوں بزرگ اس وقت موجود نہ ہوتے تھے۔ ایسے موقع پر آنحضرتؐ کے الفاظ یہ ہیں:

اؤمن بذالک و ابوبکر و عمر (بخاری ج ۱ص ۳۱۱، ص ۶۹۴، ۵۱۷)

"میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس پر ایمان لائے۔"

دوسرے کے اعمال کی گواہی تو سب دیکھنے والے دے سکتے ہیں لیکن ایمان کی گواہی پیغمبر کا ہی کام ہے جسے کہ خود رب العزت ﷻ نے اس سے مطلع جسے فرما دیا ہو۔ پھر دیکھیے کہ آنحضرت ﷺ نے

ان دونوں بزرگوں کے ایمان کو خود اپنے ایمان کے ساتھ جمع فرمایا ہے جس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم (جس نے عمالقہ کے ساتھ جہاد سے انکار کر دیا تھا) سے جدا ہوتے فرمایا تھا کہ:

اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ (مائدہ)

''میں اپنے آپ اور اپنے بھائی کے سوا کسی اور کا مالک نہیں ہوں۔''

جس قوت یقین کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے امر باطنی کی خبر دے رہے ہیں تاج دار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اسی قوتِ یقین کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ومن بذاك وابوبکر و عمر (بخاری شریف)

''میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اس پر ایمان لائے۔''

شیخ الاسلام حضرت علامہ عینیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

انما قال ذالك رسول الله ثقة لهما يعلمه بصدق ايمانهما وقوت يقينهما وكمال معرفة بما يقدرة الله۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی ان حضرات پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان کے سچا ہونے اور قوتِ یقین اور کمال معرفت کا قدرت خداوندی سے پورا پورا علم تھا۔''

پس ایمان کی پختگی میں یہ دونوں حضرات باقی سب سے آگے ہوں گے اور ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قدم پھر آگے ہے، ایمان کی اوّلیت اور پختگی تو کھل کر سامنے آ چکی ہے لسان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دونوں باب میں فیصلہ فرما دیا۔ اب آیئے ایمان فراست میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قدم سب سے آگے دیکھیے فرمایا:

المومن من لايخدع ولا يُخدعُ۔

''کامل مومن وہ ہے جو نہ دھوکا کھائے اور نہ دھوکا دے۔''

اس سے پتہ چلا کہ کامل مومن کی دیانت یہ ہے کہ کسی کو دھوکا نہ دے اور فراست یہ ہے کہ کسی سے دھوکا نہ کھائے دھوکا نہ دینے کے مصداق تو آپ کو بے شمار ملیں گے اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وصف سے متصف تھے لیکن دھوکا نہ کھانے والے اور لایُخدعُ کے مصداق آپ کو وہاں بھی کم ملیں گے۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جس طرح کوفیوں نے دھوکا دیا اور ان کو بار بار خطوط لکھ کر بلایا پھر وقت آنے پر غداری اور بے وفائی کی یا جس طرح جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا گیا یا جس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو شاطروں نے دھوکا دیا اور مجلس مفاہمت و مصالحت کو جنگ جمل کی صورت میں بدل دیا۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ دھوکا میں آ جانے کی بناء پر ان بزرگوں سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ اعمال پر مواخذہ دینیات کے اعتبار سے ہوتا ہے اور دھوکا کھانے والے کی اپنی نیت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ رب العزت کے ہاں کسی بزرگ کی کوئی ایسی کمزوری قابل مواخذہ نہیں لیکن خلافتِ ارضی اور قیام امور عامہ کے لیے جب نظامِ عدل کا قیام ہوتا ہے تو ایسے امور کا لحاظ بھی بسا اوقات ضروری ہوتا ہے پس جو بزرگ کمال ایمان کے ان دو چیزوں سے متصف ہوں گے وہ لازماً ان سے فائق اور آگے ہوں گے جنہیں وقت کے غلط کاروں نے بارہا اپنی سازشوں کا نشانہ بنایا لیکن یاد رہے کہ اس سے ان کی بزرگی پر کوئی داغ نہیں آتا افضلیت امر دیگر ہے اس معیار پر جب ہم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہین تو ان کا کوئی ہمسر و شریک نظر نہیں آتا۔ تاریخ نہیں بتلاسکتی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کبھی دھوکا کھایا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد صحابہؓ کی مجموعی رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مغالطہ نہ دے سکی اور انجام کار پتہ چلا کہ حق وہی تھا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ فتنہ انکار ختم نبوتؐ، لشکر اسامہ کی روانگی میں تاخیر کا مطالبہ، مخالفین زکوٰۃ کی تحریکات اور ان سب کے مقابلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے انہیں کسی مغالطے میں نہ کھینچ سکی۔

ایمان کی اولیت (۱) قوت ثقاہت (۲) اور بصیرت و فراست (۳) کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عزم و استقامت کو بھی شامل کرلیں تو پھر ان کی شانِ ایمان کے ہر پہلو کے اعتبار سے سب سے فائق اور آگے نظر آتی ہے اور ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ ان کمالات ایمانی میں کوئی بزرگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شریک و سہیم نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان محض رغبت عقلی کا نتیجہ نہ تھا صدیقیت کا مقام یہ ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ رغبت طبعی کے ساتھ ایمان قبول کرتا ہے اور یہی اس کا امتیاز و اختصاص ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایمان قبول کرنے میں کسی دلیل کی ضرورت قطعاً محسوس نہ ہوئی۔ (جاری)

(راہ ہدایت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت

حضرت مولانا عبدالصمد ساجد☆

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت عین ایمان ہے اور آپ کی ولادت سے وفات تک زندگی کے ہر لمحے، ذاتی وصفاتی کمالات، اوصاف و خصال اور محاسن ومحامد بیان کرنا رحمت خداوندی کے نزول کا ذریعہ اور سبب ہے اور آپ کی اتباع ہر مسلم کا فریضہ ہے۔آپ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنی والی ایک ایک چیز کا ذکر باعثِ برکت اور موجبِ خیر ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ علماءِ دیوبند کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے یہ ہے:

یا صاحبَ الجمال ویا سیّدَ البَشَر — مِن وجھک المُنیر لقد نُوّ را القمر

لا یُمکن الثناءُ کما کان حقہٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

طائفۂ دیوبند کے سرخیل، فخر المحدثین حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارن پوری قدس سرہ (المتوفی 1346ھ) علماءِ دیوبند کی عقائد کی متفقہ دستاویز ''المھند علی المفند'' میں ارقام فرماتے ہیں:

''اعتقادنا و اعتقاد مشایخنا أنّ سیّدنا و مولانا و حُبیبنا و شفیعَنا محمداً رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ و سلم أفضل الخلائق کافۃً وخیرھم عنداللّٰہ تعالیٰ، لایُساویہ أحدٌ بل ولایدانیہ فی القرب من اللہ تعالیٰ والمنزلۃ الرفیعۃ عندہٗ وھو سیّد الأنبیاء والمرسَلینُ و خاتم الأصفیاء و النبیین کماثبت بالنّصوص''(ص49، پندرہواں سوال، ادارہ اسلامیات لاہور، ط:1404ھ/1984ء)

ترجمہ: ہمارا اور ہمارے مشایخ کا عقیدہٗ ہے کہ سیدنا ومولانا وحبینا وشفیعنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمامی مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ سے قرب ومنزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہوسکتا، آپ سردار ہیں جملہ انبیاء اور رُسل کے اور خاتم ہیں سارے برگزیدہ گروہ کے جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے۔

☆ مدرس جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

اور رسول اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے تحریر فرماتے ہیں: ''نقول باللسان و نعتقد بالجنان أنّ سيّدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم الخلائق قاطبةً بالعلوم المتعلقة بالذات و الصفات والتشريعات، من الأحكام العملية و الحِكَم النظرية و الحقائق الحقة و الأسرار الخفية وغيرها من العلوم مالم يصل الى سرادقات ساحته أحدٌ من الخلائق لاملكٌ مقرّبٌ ولانبيٌ مرسَلٌ، ولقد أعطى علم الأوّلين و الآخرين'' (ص56)

ترجمہ: ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحِکَم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اَسرارِ مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا، نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول اور بے شک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''ونتيقن أنّ من قال: ان فلاناً أعلم من النبيّ عليه الصّلاة و السّلام فقد كفر'' (ص57، 58)

ترجمہ: اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے أعلم (زیادہ علم رکھنے والا) ہے، وہ کافر ہے۔

ذکرِ ولادت کے بارے سوال جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''حاشا أن يقول أحدٌ من المسلمين-فضلاً أن نقول نحن- إنّ ذكرَ ولادته الشريفة عليه الصلاة و السلام بل وذكرَ غبارِه و بول حمارِه صلى الله عليه وسلم مستقبحٌ من السيّئات المحرّمة، فالأحوال التى لها أدنى تعلق برسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرُها من أحبّ المندوبات و أعلى المستحبات عندنا، سواء كان ذكر ولادته أو ذكر بوله و برازه و قيامه و قعوده ونومه و نبهته كماهو مصرّحٌ فى رسالتنا المسمّاة ب"البراهين القاطعة" فى مواضعَ شتىٰ منها و فى فتاوىٰ مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ.........فعلم من هذا: أنّا لاننكر ذكرَ ولادته الشريفة بل ننكر على الأمور المنكرَة التى انضمت معها كما رأيتموها فى المجالس المولودية التى فى الهند من ذكر الروايات الواهية الموضوعة و اختلاط الرجال والنساء والإسراف فى إيقاد الشّموع والتزيينات واعتقادِ كونهِ واجباً بالطّعن والسبّ والتكفير علىٰ من لم يحضُر معهم مجلسهم وغيرها من المنكرات الشرعية التى لايكاد يوجد خالياً منها فلو خلا من المنكرات حاشا أن نقول إنّ ذكرَ الولادة الشريفة منكرٌ و بدعةٌ وكيف يُظنّ بمسلمٍ هذا القولُ الشنيعُ'' (ص64 تا 67)

ترجمہ: حاشا کہ ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے، وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے

نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے، خواہ ذکرِ ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز، نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو، جیسا کہ ہمارے رسالہ ''براہین قاطعہ'' میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ کے فتویٰ میں مسطور ہے۔.........(حضرت شیخ احمد علی محدث سہارن پوری قدس سرہ تلمیذ الشیخ شاہ اسحٰق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت کا مفہوم نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں) اس سے معلوم ہوگیا کہ ہم ولادتِ شریفہ کے (ذکر) کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں، جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع (من گھڑت) روایات بیان ہوتی ہیں، مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو اس پر طعن و تکفیر ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور منکراتِ شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو، پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکرِ ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قولِ شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہو سکتا ہے؟۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''فإن البقعة الشريفة و الرحبة المنيفة التى ضم أعضاء ه صلى الله عليه وسلّم أفضل مطلقاً حتىٰ من الكعبة و من العرش و الكرسيّ كماصرّح به فقهائنا'' (ص35)

ترجمہ: وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاءِ مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے، علی الاطلاق افضل ہے، یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے، چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

نیز حضرت سہارن پوری قدس سرہ کے مرشد اور شیخ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

''نفس ذکر ولادت مندوب ہے اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے'' (فتاوی رشیدیہ مع تالیفات رشیدیہ، ص115، ادارہ اسلامیات لاہور)

نیز حضرت قطب الاقطاب گنگوہی قدس سرہ نے ''مولِد شریف'' کے حکم پر تفصیلی فتویٰ تحریر فرمایا جس کے دو اقتباس پیش خدمت ہیں:

فرماتے ہیں: ''اگرچہ نفس ذکرِ ولادت فخر عالم علیہ الصّلاۃ والسّلام کا مندوب ہے، مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہوگئی کہ قاعدہ فقہ کا ہے کہ مرکب حلال وحرام سے حرام ہوتا ہے'' (ص177)

''فی الواقع نفس ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی منکر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مندوب اور مستحسن ہے مگر بوجہ الحاق امورِ نامشروعہ جیسا کہ مروجہ زمانہ حال ہے، بدعت وحرام ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیجیے مگر جیسا کہ قرونِ ثلاثہ میں تھا کہ نہ مجلس مولود منعقد ہوتی تھی، نہ ذکر ولادت پر قیام ہوتا تھا'' (ص117)

حضرت محدث سہارن پوری قدس سرہ اپنی مایۂ فخر تصنیف تالیف ''البراہین القاطعۃ'' میں ارقام

فرماتے ہیں:

’’نفسِ ذکر میلادِ فخر عالم صلی اللہ علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے‘‘ (ص8، امدادیہ، دیوبند)

نیز اس میں درج ہے:

’’ذکرِ ولادت شریفہ پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم بروایات صحیحہ در اوقاتے کہ از وظائف واجبہ خالی باشد بکیفیاتے کہ خلافِ طریقۂ صحابہ واہلِ قرونِ ثلاثہ نباشد وبعقائدے کہ توہم شرک و بدعت را دراں گنجائش نباشد و بآدابے کہ مخالف سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کہ از مصداق ’’ما أنا علیہ وأصحابي‘‘ بیروں نرود بمجلسے کہ خالی باشد از مکروہاتِ شرعیہ باعثِ خیر و موجبِ برکت است بشرطیکہ بصدق نیت واِخلاص باشد و درعقیدہ از جملہ اذکارِ حسنہ و مندوبہ غیر مقید بوقت من الاوقات باشد پس کسے را از اہلِ اسلام نمے دانم کہ ایں چنیں ذکر را غیر مشروع و یا بدعت پندارد۔ (ص149)

ترجمہ ومفہوم: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا صحیح روایات کے ساتھ ایسی کیفیت سے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر کے تین زمانوں کے طریقہ کے خلاف نہ ہو، ایسے اوقات میں تذکرہ و بیان کرنا کہ جو فرائض و واجبات کی ادائیگی کے اوقات نہ ہوں، نیز مُوہِم شرک و بدعت اعمال کا بھی اس میں کچھ دخل نہ ہو، اور ایسے آداب کے ساتھ ذکر ولادت ہو کہ جو ’’ما أنا علیہ وأصحابي‘‘ کے مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کے مخالف نہ ہو، مزید کہ وہ مجلس ذکرِ ولادت دیگر مکروہات ومنکرات سے بھی خالی ہو تو صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ یہ ذکر خیر کا باعث اور برکت کا ذریعہ ہے، اور ایسے مستحسن ومستحب اذکار میں سے جو کسی وقت کے ساتھ مقید ومخصوص نہیں، اہل اسلام میں سے کوئی بھی ایسے ذکرِ ولادت کو ناجائز یا بدعت نہیں سمجھتا۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’نفسِ ذکرِ مولود مندوب و مستحسن ہے.........ہاں نفسِ ذکرِ ولادت مستحسن ہے اور اس میں کلام نہیں، پس حاصل یہ ہوا کہ نفسِ ذکر مستحب اور قیود اس کی ممنوع اور مجموعہ مقید بہ ممنوع‘‘ (ص153، 154)

’’راست ہے کہ ذکر عالم علیہ السلام کا ایسا مرتبہ بلند ہے کہ نہ کسی کا ہوا، نہ ہو، جس قدر توصیف آپ کی کریں تھوڑی ہے، مگر اس ذکر مبارک کا پاک مکان اور پاکیزہ ہیئت میں اور الواثِ بدعات اور منکرات سے اس کا صاف کرنا اور حضورِ فسّاق مبتدعین سے اس کا منزّہ رکھنا بھی رفعتِ شانِ ذکر و لائق و واجب ہے‘‘ (ص154) ’’اصل ذکر اور کثرت اس ذکر کا کسی کو انکار نہیں، من أحبّ شیئاً أکثر ذکرہ...... نفس ذکر کا کوئی مانع نہیں، قیود میں کلام ہے (156).......... ’’فخرِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذِکر ولادت کو کوئی برا نہیں جانتا ہے، مناکیر کو برا جانتے ہیں۔‘‘ (ص176).......... ’’ذکر فخرِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کا اول سے آج تک کسی کے نزدیک ناجائز نہیں۔‘‘ (ص179)

یہی بات حکیم الامت، مجددِ ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ’’اصلاح الرسوم‘‘ (ص81،

ط: مجیدی، کانپور) میں فرمائی ہے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''ارشاد العباد فی عید المیلاد'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ اور معراج شریف ہی کا ذکر قابلِ بیان ہے بلکہ آپ کی ہر بات یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست اور طعام ولباس اخلاق وعبادات، مجاہدات وریاضات افعال واحکام اور اوامر ونواہی سب کا ہی تذکرہ کرنا مسلمان کے لیے نیکی اور باعثِ ثواب ہے......... حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا ارشاد ہے کہ ہم تو ہر وقت ذکر میلاد کرتے ہیں، کیوں کہ لا إله إلا الله محمد رسول الله پڑھتے رہتے ہیں، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کیوں پڑھتے؟ تو کلمہ طیبہ پڑھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر کرنا ہے۔'' (بارہ مہینوں کے فضائل و احکام، ص 99)

جتنے دلائل مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز اور ثبوت پر دیے جاتے ہیں ان سب کا تعلق فقط ذکرِ ولادت سے ہے، جس کا کوئی منکر نہیں، مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دلائل کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ لہذا دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ　　دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

خلاصہ ان تمام عبارات کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے افضل ترین انسان، افضل الانبیاء، خاتم الانبیاء اور سید البشر ہیں، اور خداوندِ قدوس نے اس کائنات میں سب سے زیادہ علم آپ کو عطا فرمایا ہے، نیز اہل السنۃ والجماعۃ علماءِ دیوبند کا یہ موقف اور نظریہ واعتقاد ہے کہ وفات کے بعد اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام پر تشریف فرما ہیں اور زمین کا جو حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کے ساتھ مس کر رہا ہے، زمین کا وہ حصہ بیت اللہ اور عرش و کرسی سے افضل ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت اور سیرتِ طیبہ کے دیگر حالات و واقعات بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والی ایک ایک چیز حتی کہ آپ کے بول مبارک و برازِ طاہر، آپ کی سواریوں اور زیرِ استعمال اشیاء کا محبت وعقیدت سے ذکر بھی مستحب و مستحسن اور باعثِ اجر و ثواب ہے، مگر محفل میلاد میں بہت سے خلاف شریعت امور شامل کر لیے گئے ہیں، لہذا اب یہ حرام اور حلال کا مرکب و مجموعہ ہے، اس لیے مروجہ طریقہ پر ذکرِ ولادت اور محفل میلاد کا انعقاد یہ ناجائز اور بدعت ہے۔

الحاصل اہل حق اہلسنت والجماعت دیوبند کے ہاں نفس ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستحب ومندوب ہے، اس لیے یہ پروپیگنڈہ کرنا اور شور مچانا کہ علماءِ دیوبند نعوذ باللہ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں اور العیاذ باللہ اسی بنا پر علماءِ دیوبند کو گستاخِ رسول تک کہنا نری ڈھٹائی، عناد، تعصب، جھوٹ، دجل اور فریب ہے، جس کا حقیقتِ حال سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مروجہ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شریعتِ مطہرہ، قرآن وسنت، صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور خیر القرون سے ثبوت نہیں ہے، جستجو اور تتبع سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ اسلام کی پہلی چھ صدیاں اس مروجہ عید میلاد النبی سے خالی گزریں تھیں، چھ صدیوں کے بعد ایجاد کی گئی یہ رسمِ محض ہے، چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے: کہ چھ سو چار (604) ہجری میں موصل کے شہر میں ایک فضول خرچ اور فاسق بادشاہ مظفر الدین کوکری بن اربل کے حکم سے یہ بدعت ایجاد ہوئی۔ (وفیات الأعیان، 4/118، دار صادر، بیروت)

اسی طرح امام احمد بن محمد مصری مالکی ''القول المعتمد فی عمل المولد'' میں رقم طراز ہیں:

''ویحتفل لمولد النبی صلی الله علیه وسلم فی الربیع الأوّل وهو أوّل من أحدث من الملوك هذا العمل'' کہ یہ بادشاہ ربیع الاول کے مہینہ میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا کرتا تھا اور یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے یہ بدعت ایجاد کی۔

اور ہر ایسا کام جس کا ثبوت میں شریعت میں نہ ہو مگر اسے دین سمجھ کر کیا جانے لگے وہ بدعت کہلاتا ہے، اور قرآن وسنت میں ایسے کام کی تقبیح وتشنیع بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ'' (الشوریٰ: 21) یعنی کیا ان کے لیے شُرَکاء ہیں کہ انہوں نے دین کی وہ بات مقرر کردی جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔

حدیث مبارک ہے: ''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ، فَهُوَ رَدٌّ'' (صحیح البخاری، رقم: 2697) کہ جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں نہیں ہے، وہ مردود ہے۔

پھر جب اس بدعت کو رواج دیا گیا تو مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے مقتدر اور جید علماء نے اس کی تردید کی، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی نے اپنے فتاوی (1/312) پر، امام نصیر الدین شافعی نے ارشاد الاخبار ص (20) پر اور مجدد الف ثانی حنفی نے مکتوبات (حصہ 5، ص 22) پر اس کی بھرپور تردید کی ہے اور مروجہ عید میلاد النبی کی بدعت قرار دیا ہے۔ مالکی مسلک کے عظیم عالم علامہ ابن الحاج (المتوفی 737ھ) نے پوری صراحت اور وضاحت سے لکھا ہے:

''ومن جملة مااحد ثوه من البدع من اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر مايفعلونه فی شهرالربيع الاول من المولد وقد احتوى ذلك على بدع ومحرمات .... ألا ترى أنهم خالفوا السنة المطهرة وفعلوا المولد لم يقتصروا على فعله بل زادوا عليه ما تقدم ذكره من الأباطيل المتعددة فالسعيد السعيد من شد يده على امتثال الكتاب والسنة والطريق الموصلة إلى ذلك وهي اتباع السلف الماضين -رضوان الله عليهم أجمعين .... وهذه المفاسد مترتبة على فعل المولد إذا عمل بالسماع فإن خلا منه وعمل طعاما فقط ونوى به المولد ودعا إليه الإخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط إذ أن ذلك زيادة في الدين وليس من عمل

السلف الماضين واتباع السلف أولى بل أوجب من أن يزيد نية مخالفة لما كانوا عليه لأنهم أشد الناس اتباعا لسنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وتعظيما له ولسنته -صلى الله عليه وسلم - ولهم قدم السبق في المبادرة إلى ذلك ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوى المولد ونحن لهم تبع فيسعنا ما وسعهم (مدخل،2/2)

جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مروجہ عید میلاد النبی کو عبادت اور کار ثواب سمجھا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بدعات میں سے ایک بدعت ہے اور محرمات میں سے ایک حرام فعل ہے، جس میں سنت طیبہ کی صریح مخالفت ہے، پھر صرف تذکرۂ میلاد وغیرہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس سے بڑھ کر اس میں متعدد باطل اور غلط چیزوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے، خوش بخت اور نصیبہ ور وہی ہے جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھے، نیز یہ محفل میلاد متعدد مفاسد کا مجموعہ ہے، تاہم اگر یہ محفل ان مفاسد اور منکرات سے خالی بھی ہو اور صرف کچھ کھانے وغیرہ کا انتظام کر کے دوست واحباب کو بلا لیا جائے تو بھی یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہے اور سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، جبکہ سلف کی اتباع انتہائی ضروری ہے کیونکہ وہ انتہاء درجہ سنت کے پابند اور رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے طریقوں کی تعظیم وتکریم کرنے والے تھے، اور امورِ خیر میں وہ پیش پیش تھے، اس سب کے باوصف ان سے محفل میلاد وغیرہ کچھ ثابت اور منقول نہیں ہے، ہم بہر حال ان کے تابع ہیں، ہم وہی کریں گے جو اکابر واسلاف کیا کرتے تھے۔

علامہ عبدالرحمٰن مغربی اپنے فتاوی ''الشرعیۃ الالہیہ'' میں رقم طراز ہیں:

''ان عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعله رسول اللهﷺ صلّى الله عليه وسلّم والخلفاء والآئمّة '' کہ میلاد کا کرنا بدعت ہے اس کو نہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، نہ آپ کے خلفاء اور نہ ہی آئمہ مجتہدین نے کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔

اور یہ بات بریلوی مکتب فکر کے ہاں بھی مسلم ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے زمانہ میں نہیں تھا، چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری اپنی کتاب ''میلاد النبی'' میں لکھتے ہیں:

'' ولادت اور وفات کا دن ایک ہونے کے باعث جب یوم میلاد آتا تو ان پر غم کی کیفیات خوشی کی نسبت بڑھ جاتی تھیں''(ص455)

اس سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میلاد نہیں منایا کرتے تھے۔

امام ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرِ امت نے مذکورہ بالا مفاسد وخطرات کا اظہار اب سے کم وبیش سات سو سال قبل کیا تھا اور اسی بنا پر اس کے ناجائز اور بدعت ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا، اب مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو صورتِ حال اختیار کر چکی ہے، اور اس میں جو مفاسد، اباطیل، منکرات، بدعات، محرمات اور کئی خلاف شرع امور پیدا اور داخل وشامل ہو چکے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں اور سال بہ

سال ترقی پذیر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اب خود بریلوی مکتبِ فکر کے سنجیدہ علماء اس بارے متفکر اور پریشان ہیں اور وہ اسی نقطہ کی طرف لوٹ رہے ہیں، جو موقف سرخیل دیوبندیت عمدۃ المتکلمین حضرت محدث سہارن پوری قدس سرہ نے مجددِ بدعات جناب عبدالسمیع رام پوری کی کتاب ''الانوار الساطعہ'' کے جواب میں ''البراہین القاطعہ'' میں اختیار کیا تھا اور سو سال سے قلندرانِ دیوبند جس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

چنانچہ بریلوی مکتبِ فکر اس وقت کے جید اور مقتدر عالم دین مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت'' کے عنوان سے اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''لوگ اپنے اپنے مزاج اور رائج شعار کے مطابق میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے ہیں، اگر اس میں منکرات اور ممنوعات کی آمیزش نہ ہو تو اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں ہے'' (روزنامہ دنیا، 17 نومبر 2018ء)

آغاز میں اکابر کی عبارات سے یہ بات عیاں و بیاں ہو چکی ہے کہ منکرات اور ممنوعات کی آمیزش ہی مروجہ عید میلاد النبی کے ناجائز اور بدعت ہونے کی وجہِ وجیہ ہے۔

اسی مضمون کی آخری قسط میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''علماءِ دیوبند کے مسلمہ پیشوا علامہ اشرف علی تھانوی نے اس آخری جملے کے حاشیے پر لکھا ہے: ''البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرنا زیادتی ہے، (امداد المشتاق: ٦٨) اس عبارت سے ہمیں اتفاق ہے کیونکہ کسی مستحب یا پسندیدہ امر کو ترک کرنے پر ملامت کرنا، اسے واجب قرار دینا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔'' (روزنامہ دنیا، 19 نومبر 2018ء)

اب دیکھ لیا جائے کہ رضاخانی امت کا طرزِ عمل مولانا مفتی منیب الرحمٰن کے ذکر کردہ بلکہ تسلیم کردہ اصول کے مطابق و موافق ہے یا نہیں، یہی بات حضرت سہارن پوریؒ و حضرت تھانویؒ سے لے کر اب تک ہمارے بزرگانِ دیوبند شرح طیبی وغیرہ کتبِ شروحِ حدیث و کتب فقہ کے حوالے تحریر فرماتے چلے آرہے ہیں کہ مستحب و مستحسن کام پر اصرار اور اسے واجب و لازم سمجھنا اسے بدعت بنا دیتا ہے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں: ''ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ فی نفسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز بلکہ مستحسن ہے لیکن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے قائم مجالس اور جلوسوں کو ہر قسم کی بدعات، منکرات اور خرافات سے پاک ہونا چاہیے۔'' (ایضاً)

موصوف مفتی صاحب روزنامہ جنگ میں سلسلہ فقہی سوال و جواب ''تفہیم المسائل'' میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں اور جلوس کا محرمات ومکروہات سے پاک ہونا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت کا ثبوت ہے...... رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے

دن کا اکرام انہی شرعی تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مجالس میں نظر آتے ہیں، اس سے ہٹ کر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب دعویٰ عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے، میلادالنبی کے جلوس نہ ضروریات دین سے ہیں اور نہ ہی ضروریات مسلک اہل السنۃ والجماعۃ سے ہیں، البتہ یہ برصغیر میں شعائر اہلسنت سے ہیں، اگر یہ جلوس محرمات، بدعات اور منکرات سے پاک ہوں تو زیادہ سے زیادہ استحباب اور استحسان کے درجے میں قرار دیئے جا سکتے ہیں .... ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دینی امور کو قرآن وسنت میں بیان کردہ حقائق کی روشنی میں طے کرنے کے بجائے اپنی وضع کردہ عقیدتوں اور خواہشوں کی نذر کر دیتے ہیں اور عقیدے وعقیدت کا تعین ایک ایسا طبقہ کرتا ہے جو دینی فہم سے عاری و نابلد ہے، محافل میلاد کے نام پر مقدس محافل کی آڑ میں بڑے بڑے کاروبار کیے جا رہے ہیں، بعض مقامات پر نعت خوانوں اور شعلہ بیان مقررین (جن کی اکثریت موضوع روایات کا سہارا لیتی ہے) کی ایجنٹوں کے ذریعے لاکھوں میں بکنگ ہو رہی ہے، کسی زمانے میں شہر بھر سیاسی لیڈروں کی بڑی بڑی قدآور تصاویر لگائی جاتی تھیں، اب واعظین اور نعت خواں حضرات کی تصاویر صرف بازاروں اور چوراہوں تک محدود نہیں بلکہ مساجد کے صدر دروازوں پر بھی آویزاں نظر آتی ہیں .... ہمیں حال ہی میں سوشل میڈیا پر ایک بارلیش پیر کے جبے قبے کے ساتھ غیر محرم جوان عورتوں کے ساتھ بلاحجاب رقص کرتے ہوئے دکھایا وہ ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے نظر آتے ہیں، کبھی وہ انہیں بوسہ دیتی ہیں، یہ حرام ہے، جب ابتلا اس حد تک پہنچ جائے تو علماء کرام کو تمام مصلحتوں سے بالاتر ہو کر شدت کے ساتھ اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے .... گانے کی دُھن پر بنائی گئی موسیقی اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا، پڑھوانا اور سننا سب ناجائز ہے۔ .... ہمیں معلوم ہے کہ پنجاب میں میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر منوں کے حساب سے کیک کاٹے جاتے ہیں، اس طرح کی حرکات میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کے منافی ہیں۔'' (روزنامہ جنگ، 25/دسمبر 2015ء)

اسی طرح کی ایک گفتگو انہوں نے 3/ربیع الاول 1437ھ ٹی وی چینل ''اے آر وائی (ARY)'' کے پروگرام میں بھی کی، جو ریکارڈ پر موجود ہے۔

ایک اور بریلوی عالم مولانا ثاقب رضا مصطفائی اپنی گفتگو میں فرماتے ہیں:

'' بڑا دکھ ہوتا ہے کہ جب حضور کے نام پر لوگ خرافات کرتے ہیں، میلاد کے نام پر اب لوگ بھنگڑے ڈال رہے ہیں، ڈھول ڈھمکے کر رہے ہیں، باجے گاجے سے جلوس نکال رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے منع کیا ہے وہی چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پہ ہو رہی ہیں، جی یہ میلاد کی خوشی میں کر رہے ہیں، یار! حضور کو خوشی کیسے نصیب ہوگی، جس چیز سے حضور نے ہی منع کیا .... کیا یہ رسول کریم کی تعلیمات ہیں، یہ خود ساختہ مزاج ہے قوم کا۔''

اس لیے مروجہ عید میلادالنبی کئی وجوہ سے ناجائز اور بدعت ہے، (1) مروجہ طرز پر خیرالقرون سے ثابت نہیں ہے، اور اسے دین کا حصہ سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔ (2) ایک ایسے کام کے لیے وقت کی تعیین وتخصیص

ہے جس کا شریعت میں وقت مخصوص نہیں۔ (3) جائز و ناجائز اور حلال و حرام افعال سے مرکب ہے، اور ایسی چیز ناجائز ہوتی، کما صرح بہ الشیخ السہارنفوری قدس سرہ، فقہ حنفی کے عظیم علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة ''(ردالمختار، 1/642) یعنی جب کسی کام کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو تو اس سنت کو چھوڑ دینا بدعت کے ارتکاب سے بہتر ہے۔

اگر ان ناجائز امور کو شمار کیا جائے تو طویل فہرست ہے، بعض کا ذکر آچکا ہے۔

(4) منکرات و محرمات سے پاک ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مستحب ہے مگر اس مستحب کے ساتھ فرض و واجب والا سلوک کیا جاتا ہے، چنانچہ جو شریک نہ ہو یا مکروہات و بدعات کی بنا پر اسے ناجائز کہے اس پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے حتی کہ گستاخ رسول تک کہا جاتا ہے، نعوذ باللہ، اسے میں بریلوی علماء بھی تسلیم کررہے ہیں کہ یہ طرز عمل غلط ہے۔ بلکہ یہاں انتہا درجہ حد سے تجاوز ہے، صرف مستحب پر اصرار نہیں بلکہ مجموعہ محرمات و منکرات اور مرکب بدعات امر پر از بس اصرار ہے جس کے بارے میں فقہ حنفی کے عظیم محدث و فقیہ ملا علی قاری شارح طیبی رحمہما اللہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''قال الطيبي :وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ ''(مرقاۃ المفاتیح، 2/755، دارالفکر، بیروت)

علامہ طیبی فرماتے ہیں: کہ جو شخص کسی مستحب کام پر اصرار کرے، اور اسے لازم سمجھے، رخصت پر عمل نہ کرے، تو وہ شیطانی عمل اور گمراہی کا مرتکب ہے، پھر جو شخص کسی ناجائز کام یا بدعت پر اصرار کرے تو اس کا کیا حال ہوگا؟

الحاصل جس کام کا وجود تیئیس سالہ دورِ نبوت، تیس سالہ زمانہ خلافت راشدہ، ایک سو دس ہجری تک دورِ صحابہ اور دو سو بیس ہجری زمانہ تابعین خیر القرون میں نہ ہو، پھر اسلام کی ابتدائی چھ صدیاں جس عمل سے خالی ہوں مذاہب اربعہ کے جید علماء، فقہاء اور محدثین نے جس کو بدعت اور حرام کہا ہو وہ عمل بھلا عبادت اور علامت عشق و محبت بلکہ مدارِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اور کیونکر ہوسکتا ہے؟ اگر یہی عشق ہے تو کیا نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین عظام اور اسلاف و اولیاء امت اس عشق سے محروم تھے؟

دلائل و براہین سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح واضح اور عیاں ہوتی ہے کہ مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہونے والے تمام افعال و اشغال کا تعلق قرآن و سنت اور تعلیمات شریعت سے قطعاً نہیں ہے۔ یہ ایک من گھڑت بدعت ہے جس سے بچنا اور حتی المقدور بچانا ضروری ہے۔

تفصیل کے لیے، امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''راہ سنت''، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کا رسالہ ''ارشاد العباد فی عید المیلاد'' اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہم کی کتاب ''مطالعۂ بریلویت'' جلد ششم ملاحظہ فرمائیں۔

ماہنامہ حق چاریار لاہور

رجسٹرڈ نمبر CPL26